کھو کے اپنی بزم سے اھل میخانہ تجھے
مدتوں تڑپا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مختصر تذکرہ و تعارف

استاذ مرحوم حضرت مولانا

مفتی یعقوب اشرف راندیری

سابق مہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر

مرتّب

مولانا عبدالسلام ابراھیم مارویا، لاجپوری

امام مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

ناشر
مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	مختصر تذکرہ وتعارف، استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری ؒ، سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ، راندیر
مرتب	:	مولانا عبد السلام ابراہیم مارویا، لاجپوری (حال، مقیم، لندن)
ناشر	:	مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت
مطبع	:	
ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
سن طباعت	:	
صفحات	:	۱۴۶
تعداد	:	۵۵۰

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت۔

(۲) مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت۔

(۳) دار العلوم اشرفیہ راندیر، سورت

(۴) مولوی عبد اللہ انصاری، موبائل: 9898926717

(۵) قاری عبد الحق صاحب دیوان لاجپوری موبائل: 9825452883

(۶) صالح کتاب سینٹر، نوساری، موبائل: 9824741280

(۷) عبد السلام لاجپوری، لندن، موبائل: 07877937731

فہرست

مختصر سوانحی خاکہ	۱۹
تعزیتی مکتوب (نمبر۱)	۲۱
تعزیتی مکتوب (نمبر۲)	۲۶
تعزیتی مکتوب (نمبر۳)	۳۱
گلوسٹر تعزیتی جلسہ میں کی گئی میری تقریر	۴۲
اس عالم رنگ وبو میں ہر انسان جانے ہی کے لئے آیا ہے	۶۲
کچھ اموات ایسی ہوتی ہے جو عالم میں ایک شور برپا کردیتی ہے	۶۲
راندیر نے اپنا ایک اور عظیم سپوت کھودیا	۶۳
حضرت استاذ مرحوم کے چند ایک کمالات وخوبیوں کا تذکرہ	۶۳
قریۃ الصالحین	۶۳
آپ کی پیدائش ایک علمی گھرانے میں ہوئی	۶۴
دامن مسیح الامت سے وابستگی	۶۵
حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے	۶۵
داداجان کے نقش قدم پر	۶۵
اصلاحی تعلق	۶۶
حضرت محی السنۃ سے سے تجدید بیعت	۶۶

اپنے شیخ کے مشن سے عقیدت	۶۶
عقد نکاح	۶۷
شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ کے گلشن سے وابستگی	۶۷
مدرسہ اسلامیہ رامپورہ کے سب سے پہلے شیخ الحدیث	۶۸
راندیر چاند کمیٹی کے صدر	۷۰
رکن مجلس شوری	۷۰
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے	۷۰
ایک مہتمم ایسا بھی	۷۲
طلباء کی فرمائش اور مقام قبولیت	۷۴
ایک واقعہ جس کا میں خود بھی گواہ رہا	۷۴
میرے ساتھ ایک خاص سلوک	۷۵
اساتذہ کو لے کر حضرت مہتمم صاحب کا مزاج و مذاق	۷۶
اندازِ تدریس	۷۷
حضرت بہت مبارک ہے..................	۷۷
اس سے لوگوں کی گناہوں پر جرأت بڑھ جائے گی	۷۸
اسلام کے سب سے پہلے معلم اور..........	۷۹
انداز خطابت	۸۰
ملفوظات	۸۲
خطیب الامت کی کتب کا انتظار رہتا ہے	۸۲
’’توفیق باری،، سے ’’توفیق الباری،، مل گئی ہے	۸۳

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے	۸۵
موجودہ دور کی ایک عام بیماری	۸۵
’’توفیق باری،، سے ’’توفیق الباری،، مل گئی ہے	۸۵
مولانا ابوالوفاء کا دوران خطابت ایک معمول	۸۶
چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی	۸۶
اسی کا نام ’’معرفت،، ہے	۸۶
بعض مسائل کو صوفیاء نے سمجھا ہے وہ علماء نے..................	۸۷
حاشیہ نچوڑ ہوتا ہے اور اس میں علمی باتیں ہوتی ہیں	۸۷
مذہب حنفیت یہ کمالات نبوت کے قریب قریب ہے اور................	۸۷
جنتیوں کی مہمان نوازی کی وجہ	۸۸
تقدیر کا مسئلہ مجھ پر کھول دیا گیا ہے	۸۸
مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو سیاسی سوجھ بوجھ خوب تھی	۸۸
مولانا عبیداللہ سندھیؒ راندیر بھی تشریف لائے تھے	۸۸
آج وہ خود رخصت لے کر چلے گئے	۸۸
اس پل کے بنانے کا فائدہ انشاءاللہ حضرت مرحوم کو اس پل پر ہوگا	۸۹
آج ہمیں نکاح کا حقیقی مقصد حاصل کیوں نہیں؟	۹۰
سلسلہ تصوف میں ہمارے بزرگوں کا ایک طریق جس کی طرف سے آج...	۹۳

یہ سب تواضع کا اثر اور اس کا ثمرہ تھا	٩٦
انکساری	٩٦
سادگی	٩٨
ان سے ملنے کی یہی ہے ایک رہ کہ..........................	٩٨
استفادہ کے لئے ہیں چار شرطیں لازمی..............	١٠٠
یہاں نورانی قاعدہ پڑھنے والا با قاعدہ نورانی بن جاتا تھا	١٠١
ہم دونوں اپنی اصلاح کی غرض سے.............................	١٠٢
ان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للاخرة	١٠٣
ایک دانا کے بڑے پیارے جملے	١٠٣
دنیا امتحان گاہ ہے آرام گاہ نہیں ہے	١٠٣
اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة.........	١٠٤
دعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد ہو یا نہ ہو	١٠٥
والد کو اولاد صالح کے عمل کا ثواب خود بخود پہنچتا رہتا ہے	١٠٦
لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں	١٠٦
دو خاص عمل مرحوم کے لئے مغفرت کا..........................	١٠٧
آپ کسی محسن کے احسان کو فراموش..............	١١٠
آپ کا تعلق جس جگہ اور جس آدمی سے ہو..........................	١١١
ہر مسلمان کی امیدوں کے دو خاص مرکز..........................	١١٢

تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب	۱۱۳
من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه	۱۱۳
اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج	۱۱۳
حاجی اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہے	۱۱۳
حج بیت اللہ کی زیارت کرنا یہ انسان کے بس کا کام نہیں ہے	۱۱۴
مزاج یعقوبی	۱۱۵
ایک مرتبہ جو یہاں آ گیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا	۱۱۶
قاضی ماما مرحوم کا ایک نرالا ملفوظ	۱۱۷
بڑی مسجد کے بڑے امام کا بڑا کارنامہ	۱۱۸
یک گیر در محکم گیر کی چند مثالیں	۱۱۹
حضرت مہتمم صاحبؒ طلباء پر بہت شفقت فرماتے تھے	۱۲۰
حضرت شیخ کی نسبت بہت جلد منتقل ہوتی ہے	۱۲۰
حضرت شیخ وہ ہیں جن کی مقبولیت پہلے اتر گئی............	۱۲۰
حضرت شیخ امام وقت ہیں	۱۲۱
شیخ ہمارے امیر ہیں	۱۲۱
ایں ہمہ خانہ آفتاب است	۱۲۱
مہمان رسول کا اکرام	۱۲۲
طلباء چاہتے تھے کہ شیخ ہمیں سزا دیں تا کہ..............	۱۲۲

کوشش کرنے والا مقصود کو پا ہی لیتا ہے	۱۲۲
راہ خدا از دو قدم دور نیست	۱۲۳
میرے پیارو! تکبر نکالدو مقام پر پہنچ جاؤ گے	۱۲۳
تکبر اندرونی اور روحانی بیماری ہے مگر اس کو............	۱۲۴
اتباع سنت اور بندگی و شرمندگی کے سوا قرب خداوندی کا راستہ..........	۱۲۴
فیض کی مثال پانی کی طرح ہے	۱۲۴
حضرت مہتمم صاحبؒ کو حضرت محی السنۃ سے خوب عقیدت تھی	۱۲۵
راہ سلوک میں اصل وظائف نہیں بلکہ تہذیب اخلاق..............	۱۲۵
بزرگوں کے دامن سے وابستگی	۱۲۵
دل کی زمین نرم ہو چکی تھی لہذا.....................	۱۲۶
مدار فضل خداوندی پر ہے	۱۲۶
طلب صادق ہے تو خود طلب کر لئے جائیں گے.....................	۱۲۷
ایک اشکال کا جواب	۱۲۷
طلبِ خلافت خود گمراہی ہے	۱۲۷
دارالعلوم اشرفیہ کی سنگ بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق...........	۱۲۸
دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے پہلے مدرس..........	۱۲۸
یعقوب پیسوں کی فکر مت کر	۱۲۸
دارالعلوم اشرفیہ کو چندے کی ضرورت کیوں پڑی؟	۱۲۸

اشرفیہ اسی سال تک کرایہ پر چلا ہے	۱۲۹
دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد اور..................	۱۲۹
وہاں پہلی وحی اتری تھی یہاں وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے	۱۲۹
مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے	۱۳۰
مہتمم صاحبؒ کے مزاج میں سادگی تھی	۱۳۲
رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے	۱۳۲
جمعہ کے بیان اور خطبہ کے درمیان کم از کم آٹھ دس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہئے تاکہ........	۱۳۲
جب اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل کو.......	۱۳۴
اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں	۱۳۴
حدیث شریف کی کتابوں کے اکثر مصنفین یا تو شوافع المسلک	۱۳۴
فقہ کی کتابوں کے مصنفین زیادہ تر احناف ہیں کیونکہ........................	۱۳۵
حضرت مسیح الامت کا ایک خاص اعزاز کہ ان کو............................	۱۳۵
آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟	۱۳۵
قیامت وہبی نہیں کسبی ہے	۱۳۵
حضرت! طلباء کو الیکٹرک کا کام سکھاوے تو کیسا ہے؟	۱۳۵
ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہئے	۱۳۶
جب سستی آئے تو حبس دم کرو	۱۳۶
دارالعلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے کہ..................	۱۳۶

یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں	۱۳۷
بڑوں کا بڑا پن	۱۳۷
شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو..................	۱۳۸
میں نے اپنے شیخ کی زیارت کبھی بے وضو نہیں کی	۱۳۸
اگر میں اپنے جسم کو کاٹوں تو خون کے ایک ایک قطرے میں سے..........	۱۳۸
اس سے طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے	۱۳۸
کون کہتا ہے کہ چاہ مشکل ہے سچ تو یہ ہے............................	۱۳۹
دار العلوم اشرفیہ کے چند مشہور مجودین کے اسماء گرامی	۱۴۰
قاری محمد اسماعیل صاحب راندیریؒ کی قرائت سننے کے لئے لوگ........	۱۴۱
قاری عبد الحمید صاحب پانولوی کو مساجد و مکاتب کی..................	۱۴۲
حضرت مہتمم صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار العلوم اشرفیہ نے جو تعلیمی و تعمیری.....	۱۴۲
حضرت مہتمم صاحبؒ کے مزاج میں بچپن سے ہی نرمی تھی	۱۴۴
آپ مشائخ کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے	۱۴۴
میرے اکابر جو مجھ سے محبت کا معاملہ فرماتے ہیں وہ..................	۱۴۴
انتباہ	۱۴۵

راندیر

شہر سورت سے قریب پرانا قصبہ ہے اس کا پرانا نام ’’راہنجور،، تھا، گجرات میں یہ قصبہ دو قدیم علمی درسگاہوں کی وجہ سے مشہور ہے، راندیر کے مشہور دار العلوم اشرفیہ کی بنا آج سے ایک سو تیس سال قبل رکھی گئی، اس کا سن افتتاح ۱۲۸۶ ہجری مطابق ۱۸۷۰ عیسوی ہے (تاریخ راندیر گجراتی)

اس کے بعد جامعہ حسینیہ کا افتتاح ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۹۱۹ عیسوی میں ہوا (حوالہ بالا)

اس بستی میں مشائخ واہل علم بکثرت رہے ہیں، اگر مشائخ راندیر پر کام کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے۔

تاریخ میں اس بستی کا ذکر آٹھ سو سال قبل ملتا ہے، قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۵ ہجری مطابق ۵۹۲ عیسوی میں بھیم دیو کو شکست دے کر ضلع ’’سورت،، اور ’’راندیر،، پر قبضہ کر کے واپس کر دی (تاریخ گجرات ص ۷۷)

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ’’راندیر،، سورت سے بھی قدیم تر ہے، آرین قوم نے شمالی راشٹ پر قبضہ کر کے بھروچ کو صدر مقام بنایا اور جنوبی راشٹ میں ’’رانک نیر،، (راندیر) ان کی راجدھانی ہوئی، یہ شہر دریائے تاپتی کے کنارے ابھی تک آباد ہے جو ’’سورت،، سے قریب ہے، زمانہ سابق میں یہ بڑی بندرگاہ تھی اور چین مت کی کتابوں سے اس کی قدامت کا حال معلوم ہوتا ہے اس وقت سورت کا پتہ بھی نہ تھا۔

تاریخ گجرات کے مصنف پروفیسر سید ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں

راندیر سورت کے قریب بڑی قدیم بندرگاہ ہے اور وفات مسیح کے بعد بھروچ جیسی بندرگاہ کے رہتے ہوئے یہ جگہ بڑی بارونق تھی ابو ریحان بیرونی نے لکھا ہے کہ بھروچ اور راہنجور (راندیر) اس ملک کے پائی تخت (بندرگاہ اعظم) بڑے بارونق ہیں۔

۱۳۰۰ عیسوی مطابق ۷۰۰ ہجری میں مسلمانوں نے چینیوں سے لے کر قبضہ کرلیا، بار

بروسہ پرتگیز سیاح لکھتا ہے کہ راندیر بہت اچھی جگہ ہے، اس کا بیوپار ملاکا، بنگال، تناسرم، پیگو، اسمانرا اور جاوا کے ساتھ تھا، ان ممالک سے مسالہ، ریشم، مشک، مٹی کے برتن، لوبان یہاں آتا تھا۔

۱۵۳۰ عیسوی میں پرتگیزوں نے سورت کو لوٹ کر راندیر پر قبضہ کرلیا، اس وقت سے راندیر کی اہمیت کم ہوتی گئی اور سورت کی آبادی اور اہمیت بڑھتی گئی، فی الحال راندیر ایک چھوٹے قصبہ کی صورت میں ہے، جہاں سنی بوہرہ بیوپاری بکثرت آباد ہیں جن میں اکثر مالدار ہیں، وہاں کی جامع مسجد، میاں کی مسجد، کھارواڑ کی مسجد، منشی کی مسجد قابل دید عمارات ہیں۔

فی الحال عربی کے متعدد مدارس اور ایک بڑا کتب خانہ ہے (تاریخ گجرات ص ۷۸)

اسی طرح نگینہ مسجد، قوۃ الاسلام مسجد، بڑی جامع مسجد، چنارواڑ مسجد بھی قابل دید ہے۔

راندیر کے قدیم بزرگوں میں حضرت شیخ نورالدین محمد بن علیؒ اور حضرت قاضی شاہ سیف اللہ رفاعیؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں یہ دونوں بزرگ ۱۱۰۶ ہجری میں واصل بحق ہوئے اور راندیر میں مدفون ہیں، اس وقت راندیر کے قبرستان میں متعدد اہل اللہ وعلماء ربانی مدفون ہیں، راندیر کے قبرستان میں ایک تابعی کا مدفون ہونا بھی مشہور ہے مگر جگہ وغیرہ کی کوئی تعیین نہیں۔

راندیر جامع مسجد کے متصل چار مزارات کے متعلق بھی یہ مشہور ہے کہ تبع تابعین رحمہم اللہ کی قبریں ہیں، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ سے کسی نے اس کے متعلق سوال بھی کیا تھا جو درج ذیل ہیں۔

سوال۔ راندیر میں آپ کی بڑی مسجد کے متصل تبع تابعین کے چار مزارات ہیں، یہ تمام مرد ہیں یا ان میں کوئی عورت بھی ہے؟ نام کیا ہے؟ کس سن میں آئے تھے؟ وغیرہ سندی تفصیل سے مطلع فرمائیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

جواب۔ ۱۳۴۳ہجری میں احقر یہاں امام بن کر آیا اس وقت ضعیف العمر نمازیوں سے سنا تھا کہ تقریباً پچاس سال پہلے کانپور سے کوئی بزرگ آئے تھے ان کا بیان تھا کہ مجھ کو بشارت ہوئی ہے کہ راندیر میں حضرات تبع تابعین رحمہم اللہ کی چند قبریں ہیں جگہ کی تعیین بھی انہوں نے فرمائی اور کہا کہ مجھ کو یہاں خوشبو آرہی ہے کہ یہ تبع تابعین کی قبریں ہیں، اس کے سوا اور کوئی سند اور نام وغیرہ تفصیل معلوم نہ ہوسکی، شہرت عوام ہے درجۂ تحقیق کو نہیں پہنچی اور کسی سلسلہ روایت کے نہ ہونے کی بنا پر ”لا تصدق ولا نکذب،، کے درجہ میں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۴۲۲)

حضرت شیخ مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر اور اپنے دور کے مشہور و شیریں بیاں مقرر) کے چند اشعار جو حضرتؒ نے راندیر سے متعلق لکھے تھے اس کو ذکر کرتا ہوں۔

مجمع الخیرات ہے اے قصبۂ راندیر تو
مسجدیں تیری جہاں میں شہرۂ آفاق ہیں
تیرے اندر عالم و فاضل ہوئے ہیں بے حساب
دینی اور دنیوی فضائل تیرے اندر ہیں عیاں
ہیں مکاتب اور مدارس تیرے اندر سو بسو
تیری ساری خوبیاں بے مثل اور نایاب ہیں
تو نے سنت اور بدعت کو کیا ہے بے نقاب
جامعیت کا تیری ہووے بھلا کیسے بیاں

(ماخوذ از تاریخ راندیر منظوم)

مسجدیں تیری جہاں میں شہرۂ آفاق ہیں

حضرت مولانا شیخ احمد اللہ صاحب راندیری علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں ایک بات یہ کہی کہ ؎

مسجدیں تیری جہاں میں شہرۂ آفاق ہیں

تو راندیر کی مسجد کے حوالے سے ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ راندیر کے تین کلومیٹر کے ائیریہ میں تقریباً ساٹھ (٦٠) مساجد ہیں جو کہ ایک ورلڈ ریکارڈ ہے اتنے کم ائیریہ میں اتنی ساری مساجد دنیا کے کسی خطہ اور کسی شہر وقصبہ میں نہیں ہے۔

راندیر کے تین کلومیٹر کے ائیریہ میں پائی جانے والی ان ساٹھ (٦٠) مساجد کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) چنارواڈ مسجد (۲) جامع مسجد تائیواڈا (۳) مسجد قوۃ الاسلام وریاو اولی (۴) پچھلی اولی مسجد (۵) نگینہ مسجد (٦) چبوترا مسجد (۷) پایکواڈ مسجد (۸) لال باغ مسجد (۹) عرب گلی مسجد (۱۰) منشی مسجد (۱۱) دہلہ مسجد (۱۲) کسائی واڈ مسجد (۱۳) نایتواڈ بڑی مسجد (۱۴) مالمواڈ مسجد (۱۵) آملی پورا مسجد (۱٦) کنارہ مسجد (۱۷) سلطانیہ جیم خانہ مسجد (۱۸) جامعہ حسینیہ مسجد (۱۹) دار العلوم اشرفیہ مسجد (۲۰) سراجی ایم پاکیزہ سوسائٹی مسجد (۲۱) شدان جنتا نگر مسجد (۲۲) خدمت نگر مسجد (۲۳) مسجد اقصی رحمت نگر (۲۴) آر، آئی، جی عبادت خانہ (۲۵) انوار مدینہ آر، اے، ۳ (۲٦) رضاء الٰہی مسجد آر، اے، ۲ (۲۷) پالنپور پاٹیہ مسجد (۲۸) محمدی مسجد میمن نگر (۲۹) تاج سوسائٹی مسجد (۳۰) روبیل ریسیڈنٹ مسجد (۳۱) الامین مسجد (۳۲) الف ثانی مسجد (۳۳) فضل ٹاور مسجد (۳۴) ریحان مسجد سیپ راج (۳۵) انوار مسجد (۳٦) نشاط سوسائٹی مسجد (۳۷) آشیانہ سوسائٹی مسجد (۳۸) ملبارہل مسجد (۳۹) مسجد روشن (۴۰) سکون تینامینٹ مسجد (۴۱) باپو نگر ریور ڈرائیو مسجد (۴۲) پال مدرسہ مسجد (۴۳) اڈاجن گاؤں

مسجد (۴۴) نورالہی مسجد (۴۵) مسجد ابرار (۴۶) محمدی مسجد اجمیری (۴۷) مسجد ھدی (۴۸) آئس کار خانہ مسجد (۴۹) گرین پارک سوسائٹی (۵۰) شبنم پارک سوسائٹی (۵۱) بورڈی سہری مسجد (۵۲) ڈاکٹر پارک ٹینا مینٹ مورا بھاگل (۵۳) ہدایت نگر رام نگر مسجد (۵۴) مسجد خادم (۵۵) منوبر والا ہاسٹیل عبادت خانہ (۵۶) ثانیہ ریسیڈینسی مسجد (۵۷) پوجا اپارٹ مینٹ مسجد (۵۸) سوبھاش نگر مسجد (۵۹) مدینہ مسجد باپونگر (۶۰) اڈاجن درگاہ مسجد (۶۱) جیلانی مسجد نیوروڈ

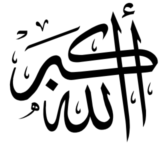

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

محترم قارئین! یہ رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ (سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ) کی کوئی مستقل سوانح حیات نہیں ہے بلکہ یہ میری چند مجالس کا مجموعہ ہے۔

ہوا یہ کہ حضرت استاذ مرحوم کے انتقال کے بعد میں نے واٹس اپ پر حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے جڑی کچھ یادیں اور کچھ باتیں اپنے سامعین سے شئیر کرنا شروع کی اور ارادہ یہی تھا کہ یہ سلسلہ چار پانچ مجالس تک چلے گا مگر دیکھتے دیکھتے اس کے چالیس حصے ہو گئے۔

یہ سلسلہ دس بارہ مجالس تک پہنچا تھا کہ میرے دو مشفق و محسن اور میرے مربی و کرم فرما جس سے میری مراد ہے (۱) واعظ شیریں بیاں و ہر دلعزیز شخصیت اور مسجد بالھم، لندن کے مصلیوں کے دلوں کی دھڑکن حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ (۲) اور مسجد ہدایہ، مانچسٹر کے امام و خطیب اور بزرگوں کے منظور نظر اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رویدروی مدظلہ العالیہ کا پیغام (جو کہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے) پہنچا کہ تو نے جو واٹس اپ پر حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ کی زندگی سے متعلق جڑی کچھ یادیں اور باتیں لوگوں تک پہنچانے کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے اس میں کافی ساری باتیں حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے متعلق آ گئی ہے کہ اس پر ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے لہذا تو اسے قلمبند کرا اور رسے شائع کردے تا کہ اس کا فائدہ عام اور تام ہو جائے۔

اور یہی بات مجھ سے میرے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی آصف صاحب لاجپوری بانی و مہتمم جامعۃ الکوثر لاجپور نے بھی کہی۔

چنانچہ اس طرح یہ رسالہ تیار ہوا ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ بات بھی کہتا چلوں کہ اس میں میں نے کوئی خاص ترتیب کا خیال نہیں رکھا ہے حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے متعلق چند متفرق باتوں اور یادوں کو متفرق طور پر ہی جمع کر دیا ہے۔

ہاں! البتہ ایک کام یہ کیا ہے کہ میں نے اپنے سامعین سے واٹس پر جو باتیں شئیر کی تھی اس کو ہو بہو یہاں نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس میں سے کچھ باتوں کو کتاب کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے اور کچھ ایسی نئی باتیں کتاب کا حصہ بنی ہے جو واٹس اپ پر پیش کی جا چکی مجالس کا حصہ نہیں تھی (اور ایسا ہوتا ہی ہے بلکہ یوں کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ تقریر کو تحریر کا جامہ پہنایا جائے تو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے)۔

اسی طرح اس کتاب میں میں نے گلوسٹر، برطانیہ میں کی جانے والی تعزیتی تقریر کو بھی کتاب کا حصہ بنا دیا ہے۔

اور اسی طرح میں نے اس میں حضرت استاذ مرحوم سے متعلق چار تعزیتی مضامین (مکتوب) کو بھی شامل کرلیا ہے جو مجھے آسانی سے دستیاب ہو سکے ہیں جن حضرات کے تعزیتی مضامین کو اس رسالہ میں لیا گیا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں

(۱) حضرت مولانا مفتی عمر فاروق صاحب لوہاروی، شیخ الحدیث دار العلوم لندن اور امام و خطیب مدینہ مسجد کلپٹن، لندن

(۲) مفتی آصف لاجپوی، مہتمم جامعۃ الکوثر لاجپور

(۳) مولانا عبد الستار گودھروی

(۴) اور ایک مضمون احقر کا ہے

اور کتاب کے شروع میں راندیر سے متعلق ایک معلوماتی مضمون اور حضرت مولانا احمد اللہ

صاحب راندیریؒ کے راندیر سے متعلق چند اشعار حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم العالیہ (مصنف ومئولف کتب کثیرہ موصوف کے احقر پر کافی احسانات ہیں اور حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا نام علمی دنیا میں کوئی نیا نہیں ہے) کی قیمتی تالیف ''حیات عبدالرحیم،، سے لیا ہے۔

تو اس طرح میں نے چند منتشرات اور متفرقات کو متفرق طور پر جمع کر دیا ہے اور وہ اب کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

تو چلئے اب دیر نہ کیجئے اور پڑھنا شروع کیجئے

اخیر میں اس شعر پر تحریر کو ختم کرتا ہوں

ہم کیا ہے جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے اور جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

عبدالسلام ابراھیم مارویا
امام وخطیب مسجد قبا، اسٹامفورڈہل، لندن، یو، کے،
۱۱رجب المرجب ۱۴۳۷ھجری

مختصر سوانحی خاکہ

حضرت الاستاذ مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کی زندگی ایک نظر میں

پیدائش۔ ۱۲ مئی ۱۹۵۷ عیسوی

سند فضیلت۔ ۸۱۔۱۹۸۰ عیسوی میں دار العلوم اشرفیہ سے

چند اساتذۂ کرام کے اسماء مبارکہ۔ جد امجد مولانا احمد اشرف صاحبؒ، مولانا محمد رضا اجمیریؒ، (شیخ اجمیری) مولانا حکیم ابوالشفاءؒ، مولانا یعقوب بھڑکودرویؒ، مولانا رجبؒ، مفتی عبد الغنی کاویؒ، مفتی محمد آچھودی دامت برکاتہم العالیہ، مولانا یوسف بوڈھانیا دامت برکاتہم العالیہ، مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ وغیرھم۔

افتاء۔ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شیروانی جلال آبادیؒ کی زیر نگرانی ۱۹۸۲ عیسوی میں مفتاح العلوم جلال آباد سے

اصلاحی تعلق (بیعت)۔ اولاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے حضرت کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے، حضرت کی وفات کے بعد محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ سے، ان کے دنیا سے رحلت فرما چکنے کے بعد محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم العالیہ سے

مجاز بیعت۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی سے

مدت تدریس۔ فراغت سے لے کر آخر عمر تک تقریباً کل ۳۵ سال

مدت اہتمام۔ ۲۷ سال

دیگر خدمات۔ نو (۹) سال تک مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ رامپورہ سورت میں بخاری شریف پڑھائی (اول شیخ الحدیث مدرسہ ہذا)

دار العلوم اشرفیہ میں ابتدائی کتب سے لے کر علیا تک کی ہر فن کی کتب زیر تدریس رہی

تقریباً نو (۹) سال تک راندیر چاند کمیٹی کے صدر رہے

اور محکمۂ شرعیہ راندیر کے نائب صدر رہے

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک اور جامعہ حقانیہ۔ کھٹور کے رکن شوری منتخب ہوئے

عقد نکاح۔ راندیر جامعہ حسینیہ کے سابق مہتمم اور سابق رکن شوری از ہر ہند دار العلوم دیوبند حضرت مولانا اسماعیل ملا (موٹا) صاحب رحمہ اللہ کی صاحبزادی سے ۱۹۸۵ عیسوی میں طے پایا

اولاد۔ ایک لڑکا اور دو لڑکی

بیٹا صاحبزادہ مفتی احمد اشرف صاحب سلمہ جو ماشاء اللہ حافظ قاری و عالم ہیں اور دار العلوم اشرفیہ کے اہتمام کی ذمہ داری بھی انجام دے رہے ہیں

اور دو صاحبزادیاں بھی ماشاء اللہ عالمہ ہیں

وفات۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۵ عیسوی بوقت صبح ۲۰۔۶ بجے سے ۴۵۔۶ کے درمیان

صلوۃ جنازہ۔ آٹھ (۸) اکتوبر ۲۰۱۵ عیسوی بوقت دوپہر ۴ بجے صاحبزادہ مفتی احمد اشرف سلمہ کی امامت میں راندیر اسلامیہ جیم خانہ میں ادا کی گئی

تدفین۔ راندیر میں اپنے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

از۔ عبدالسلام لاجپوری

الحمدلله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفی، اما بعد

محترم ومکرم مخدوم زادہ جناب مولانا احمد بن یعقوب اشرف سلمہ امید ہے کہ آپ مع اہل خانہ خیر وعافیت سے ہوں گے، بندہ بھی خیر وعافیت سے ہے۔

میرے استاذ مکرم اور آپ کے والد گرامی اور مہتمم دار العلوم اشرفیہ کے انتقال کی خبر جمعرات کی صبح جب بندہ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے بیدار ہوا اور وضو سے فارغ ہوکر اپنا فون کھولا تو اس میں حضرت والد صاحب کے انتقال کی خبر پر مشتمل میسیج (پیغام) موجود تھا۔ انا لله و انا الیه راجعون، فجر کی نماز کے بعد اپنی مسجد میں حضرت والد صاحب مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کا اہتمام کیا گیا اور پھر اپنے طور پر ایصال ثواب کا بھی اہتمام کیا۔

آپ خود ماشاء اللہ عالم ومفتی ہے اور آپ بلکہ ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ اس دار فانی میں آنے والے ہر مسافر کی آخری منزل ”موت،، ہے یہ اور بات ہے کہ اس منزل تک پہنچنے والوں میں بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جو اپنے بعد ایسے ”انمول نقوش،، تاریخ میں ثبت کر جاتے ہیں جن کا مٹانا مشکل ہوتا ہے اور جن سے تاریخ بنتی اور بگڑتی ہے اور جن کے جانے سے سارا عالم سوگوار ہو جاتا ہے اور جن کی وفات حدیث شریف کی تعبیر میں پورے عالم کی وفات قرار پاتی ہے۔

حضرت والد صاحب مرحوم کا شمار بھی ایسی ہی شخصیتوں میں سے تھا جو افسوس کے اس جہانِ فانی سے ہم سب کو سوگوار کر کے رخصت ہوگئی اور بے قرار روح کو حقیقی سکون میسر آہی گیا۔

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا۔

والد صاحب کو اللہ تبارک وتعالی نے بہت سے کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا اللہ تبارک وتعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ والد صاحب مرحوم کی نسبتیں آپ کے اندر بھی منتقل فرمائیں، اور آپ کو بھی حضرت الاستاذ کی طرح اپنے دین متین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں اور ان تمام اوصافِ جمیلہ وحمیدہ سے متصف فرمائیں جو اللہ تعالی نے والد صاحب مرحوم کو عطا فرمائے تھے۔

چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی مگر پھر بھی لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں وہ یہ کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی صاحب معارف القرآن سابق مفتیٔ اعظم پاکستان کی وفات پر سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اپنے تعزیتی مکتوب میں شیخ الاسلام جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ

’’تقی کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہی اب شفیع ہے،،

تو میں بھی وہ الفاظ مستعار لیتے ہوئے آپ کے لئے لکھ رہا ہوں کہ

’’احمد کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہی اب یعقوب ہے،،

اللہ تعالی بندہ کی اس دعا کو آپ کے حق میں منظور ومقبول فرمائیں اور اس کو شرف قبولیت بخشے، آمین۔

والد صاحب کا احقر پر ایک خاص احسان رہا ہے اور اسی احسان کی بدولت بندہ سند فضیلت حاصل کر سکا ورنہ گھریلو حالات کچھ ایسے تھے کہ میں اپنی تعلیم مکمل نہیں کر سکتا تھا اگر والد مرحوم بندہ کے ساتھ وہ خاص سلوک نہ فرماتے۔

میں سمجھ سکتا ہوں کہ بیٹے کے لئے باپ (والد) کے دنیا سے جانے کا کیا غم ہوتا ہے چونکہ میں اس مرحلہ سے گذر چکا ہوں، مگر ہمارے لئے ایسے وقت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد سامان تسلی ہے، فرمایا کہ

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیی عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب

ایسے موقع پر ایک اور چیز سامان تسلی ہے وہ یہ کہ حضرت عباسؓ کے انتقال پر ایک دیہاتی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو چند اشعار بطور تعزیت پیش کئے تھے اور وہ حضرت ابن عباسؓ کے لئے سامان تسلی واقع ہوئے تھے امید ہے کہ وہ آپ کے لئے بھی سامان تسلی ہوں گے، فرمایا کہ

اصبر نکن بک صابرین قائما
صبر الرعیۃ بعد صبر الراس

اے صاجبزادے! آپ ہمارے سردار ہیں ہم آپ کے ماتحت ہیں آپ صبر کریں گے تو ہم بھی صبر کریں گے آپ حاکم ہے حاکم صبر کرے گا تو رعایا بھی صبر کرے گی مگر صبر کس بات پر کریں، فرمایا

خیر من العباس اجرک بعدہ
واللہ خیر منک للعباس

میں نے جو بات کہی ہے بلا وجہ نہیں ہے کیونکہ جو واقعہ آپ کے گھر پیش آیا ہے اس سے تو حضرت عباسؓ بہتر حالت میں چلے گئے اور آپ بھی پہلے سے بہتر حالت میں آ گئے دونوں کو کچھ نہ کچھ ملا ہے وہ آپ کے والد تھے جو آپ کے حق میں بڑی دولت تھے وہ آپ سے چھین گئے

مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی جدائی پر آپ نے جو صبر کیا ہے اس صبر کے بدلے وہ دولت آپ کو اللہ تعالی نے عطا کی ہے جو حضرت عباسؓ کے وجود سے بھی زیادہ ہے اور حضرت عباسؓ وہاں چلے گئے تو وہ یہاں سے کچھ بہتر ہو گئے کیونکہ انہیں تمہارے مکان سے بہتر مکان ملا ہوگا، تمہارے لباس سے بہتر لباس وہاں انہیں ملا ہوگا تمہاری غذا سے بہتر غذا ان کو ملی ہوگی وہ بھی بہتر حالت میں چلے گئے اور تم بھی بہتر حالت میں آ گئے۔

ایک روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له(مسلم شریف ج۲ص۴۱)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوکر ختم ہوجاتا ہے، مگر تین قسم کے عمل ایسے ہیں جن کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا

(۱)صدقہ جاریہ(۲)ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے(۳)ایسا نیک صالح لڑکا (لڑکی) جواس کے لئے دعا کرتا رہے

حضرت والد صاحب مرحوم اس اعتبار سے بھی خوش نصیب واقع ہوئے ہیں کہ حدیث بالا میں جن وجوہات کی بنا پر آدمی کو مرنے (انتقال) کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے اور جن چیزوں کی اس میں نشاندہی کی گئی ہیں بہت کم ایسے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں کہ تینوں لائن سے ان کے نامۂ اعمال میں مرنے (انتقال) کے بعد بھی ثواب کا اندراج ہوتا رہتا ہے۔

والد مرحوم ایسے ہی خوش نصیبوں میں سے ایک تھے کہ یہ تینوں باتیں اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان کے لئے مقدر فرمائی، **ذلک فضل الله يوتيه من يشاء**

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی حضرت والد مرحوم (استاذ مرحوم) کے درجات کو بلند فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلی و بالا مقام نصیب فرمائیں، بشری تقاضوں کی بنا پر جو کچھ کوتاہیاں ہوگئی ہو اس کو معاف فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائیں، اور دار العلوم اشرفیہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں، اور اس کے فیوض کو حضرت استاذ مرحوم کے انتقال کے بعد بھی ویسا ہی جیسا حضرت الاستاذ کی زندگی مبارک میں تھا جاری وساری فرمائیں، آمین۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
تیری (آپ کی) یادوں کا گلشن مہکتا ہی رہے گا
موت اس کی ہے جس پر زمانہ کرے افسوس
ویسے تو دنیا میں سبھی آتے ہیں جانے کے لئے

والسلام مع الاحترام

طالب دعا

عبدالسلام ابراھیم مارویالاجپوری (لندنی)

خادم مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

۱۳ محرم الحرام ۱۴۳۷ ہجری بمطابق ۲۸۔ اکتوبر ۲۰۱۵ عیسوی

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری جوارِ رحمت میں

از: حضرت مولانا مفتی عمر فاروق صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

حالیہ دنوں میں نامی گرامی کئی اعلام علم وفضل عالَم فانی سے عالمِ جاوداں کی طرف سدھار گئے اور رب کریم کے حضور پہنچ کر کئی دلوں کو رنجور اور کئی آنکھوں کو اشکبار کر گئے، انھیں میں صوبۂ گجرات، انڈیا کی مشہور وقدیم دینی درس گاہ دارالعلوم اشرفیہ عربیہ اسلامیہ راندیر کے مہتمم اور مدرسہ اسلامیہ وقف، صوفی باغ: سورت کے اولین شیخ الحدیث حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری نور اللہ مرقدہ ہیں۔

آپ نے ١٢ مئی ١٩٥٧ء کو راندیر کے ایک مشہور دینی وعلمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ صوبۂ گجرات، انڈیا کی معروف علمی شخصیت اور دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے مہتمم تھے اور آپ کے والد ماجد جناب الحاج اسماعیل اشرف صاحب اطال اللہ بقاءہ بالخیر پابند صوم وصلاۃ، دیندار اور مرنجاں مرنج شخصیت ہیں اور اپنے مرحوم والد بزرگوار کے زمانے سے آج تک دارالعلوم اشرفیہ کے انتظامی امور میں ہاتھ بٹاتے آئیں ہیں۔

آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے جد امجد حضرت مولانا احمد اشرفصاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں اپنا پورا تعلیمی سفر طے کیا۔ آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ میں عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب، حضرت مفتی عبدالغنی صاحب کاوی رحمہما اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد صاحب آچھودی مدظلہم (شیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا: بھروچ) جیسے باکمال اور جیّد علماء کرام تھے۔ دیگر اساتذہ میں آپ کے جد امجد کے علاوہ حضرت مولانا یعقوب صاحب

بھڑکودروی، حضرت مولانا حکیم ابوالشفاء صاحب بلیاوی، حضرت مولانا اسماعیل اشرف صاحب راندیری، حضرت مولانا قاضی سید محی الدین صاحب راندیری، حضرت قاری احمد صاحب سامرودی، حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری اور حافظ موسیٰ دسو صاحب رحمہم اللہ، حضرت مولانا یوسف صاحب بوڈھانیا، حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی، قاری محمد صاحب کروڈیا، قاری یعقوب صاحب آمباواڈی اور قاری ایوب صاحب مدنی مدّظلہم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ عارف باللہ، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری پڑھنے کی سعادت پائی۔ ۱۹۸۱ء میں درس نظامی کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے دست مبارک سے دستار بندی کا شرف پایا۔

رسمی فراغت کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے جد امجد حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۸۳ء کے اواخر اور ۱۹۸۴ء کے اوائل میں کچھ عرصہ مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی مدرسہ مفتاح العلوم: جلال آباد، یوپی میں مشقِ افتاء کی۔ اس کے بعد دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں باقاعدہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جد امجد کے وصال کے بعد دارالعلوم کے اہتمام کی باگ ڈور سنبھالی۔ اہتمام کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ابتدائی درجات سے لے کر علیا تک کی مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا درس دیا۔ آپ کی تدریسی زندگی کا دورانیہ تقریبا ۳۵ سال اور اہتمام ۲۷ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور اہتمام میں دارالعلوم کی ترقی اور تعلیمی استحکام کے لیے وہ سب کچھ کیا، جو اُن کے بس میں تھا۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے

ظاہری و معنوی اعتبار سے خوب ترقی کی۔ فارغ التحصیل طلبہ کے لیے تدریب افتاء کے شعبہ کا اجراء آپ ہی کے دور اہتمام میں ہوا۔

مدرسہ اسلامیہ وقف، صوفی باغ: سورت میں جب دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہونا طے پایا، تو شیخ الحدیث کے منصب کے لیے انتظامیہ کی نظر انتخاب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی۔ دار العلوم اشرفیہ کے اہتمام و تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ آپ مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ: سورت میں صحیح بخاری پڑھانے لگے۔ آپ نے مدرسۂ ھذا میں بحیثیت شیخ الحدیث تاحیات نو سال صحیح بخاری کا درس دیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی اور ان کی وفات کے بعد مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب اور ان کے وصال کے بعد محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس اللہ اسرارھم کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا اور مجاز بیعت فرمایا۔ حضرت موصوف کی وفات کے بعد محدث العصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مد ظلہم (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم: سہارن پور، یوپی) سے رجوع کیا تھا۔ وقت کے دیگر اکابر علماء و مشائخ سے بھی عقیدت مندانہ تعلقات و رابطے تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جامعہ حسینیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا اسماعیل ملاّ صاحب نور اللہ مرقدہ کی صاحب زادی سے ۱۹۸۵ء میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

راقم سطور اپنی مادر علمی جامعہ حسینیہ راندیر میں قیام کے دوران حسب ایماء استاذ محترم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری مد ظلہم (مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر) راندیر کے علماء کی سوانح قلمبند کر رہا تھا، اس دوران پتا چلا، کہ حضرت مولانا یعقوب اشرف

صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس موضوع پر کام کر رہے ہیں، تو استاذ محترم مد ظلہم کے مشورے سے جو کچھ بندہ نے لکھا تھا، وہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ ایک مدت کے بعد راندیر کی تاریخ اور علمائے راندیر کی مختصر سوانح پر مشتمل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تالیف منظر عام پر آئی، جو آپ کی قلمی یادگار ہے اور مستقبل میں اس پر تفصیلی کام کرنے والے اہل قلم کے لیے نشانِ راہ ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تادم واپسیں دار العلوم اشرفیہ کے مہتمم و استاذ اور مدرسہ اسلامیہ وقف، صوفی باغ: سورت کے شیخ الحدیث کے مناصب پر نیک نامی کے ساتھ فائز رہنے کے ساتھ ساتھ تاحیات تقریباً نو سال راندیر چاند کمیٹی کے صدر، نائب صدر محکمہ شرعیہ راندیر اور رکن شوری جامعہ اسلامیہ: ڈابھیل و جامعہ حقانیہ: کٹھور کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت حرمین شریفین کے اسفار کے علاوہ بہت سے ملکوں کا بار بار دورہ کیا، اُن ملکوں میں موریشیش، سنگاپور، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور یو کے سرفہرست ہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک و برتاؤ میں نرمی اور دل میں اس سے زیادہ نرمی و بردباری تھی۔ آپ خندہ رو، خوش اخلاق اور طلبہ پر نہایت شفیق تھے۔ آپ کی سادگی اور نرم خوئی کی وجہ سے عوام بھی آپ سے بہت مانوس تھے۔ آپ کے سارے کاموں میں سادگی، بے تکلفی اور بے ساختگی تھی۔ اُن کی یہی سادگی اُن کی تحریر میں بھی نظر آتی ہے اور تقریر میں بھی۔ آپ پڑھتے اور سنتے چلے جایئے، آپ کو محسوس ہوگا، کہ آپ کو، آپ ہی کی بات، آپ ہی کی زبان میں کہی جارہی ہے۔ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس سرہ کی احیاءِ سنت کی تڑپ آپ کے وعظوں میں نمایاں ہے۔ آپ کا ایک امتیاز یہ تھا کہ آپ چھوٹوں کی کامیابی اور ترقی سے بہت خوش ہوتے تھے، ان کا حوصلہ

بڑھاتے اور تشجیع کرتے تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو تنفس کی تکلیف لاحق تھی۔ ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۸ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو بوقت صبح ۶:۳۰ بجے سے ۶:۴۵ کے درمیان آپ کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون . إن لله ما أخذ ، وله ما أعطى ، وكل عنده بأجل مسمى .

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ فرمائیں، ان کی لغزشوں سے، جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کوئی فرد بشر خالی نہیں، درگزر فرمائیں، انھیں غریق رحمت فرمائیں، جنت الفردوس کا مکیں بنائیں، ان کے اہل خانہ، اعزہ واقارب اور تمام محبین ومعتقدین کو صبر وشکیبائی کی توفیق دیں۔ اللهم أكرم نزله ، ووسع مدخله ، وابدل له دارا خيرا من داره وأهلا خيراً من أهله ، و نقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس ، اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده ، آمين

وفات کے دن دوپہر چار بجے آپ کی نماز جنازہ راندیر اسلامی جیم خانہ میں ادا کی گئی، جس میں علماء، مشائخ، طالبان علوم نبوت اور عام مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے شرکت کی۔ صاحب زادہ مفتی احمد اشرف صاحب زید مجدہ نے نماز جنازہ کی امامت کی اور اپنے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پس ماندگان میں والدین، اہلیہ، ایک صاحب زادے مفتی احمد اشرف صاحب زید مجدہ (جو والد مرحوم کی جانشینی فرماتے ہوئے دارالعلوم اشرفیہ میں تدریس کے ساتھ مدرسۂ ھذا کے مہتمم کی ذمہ داری نبھارہے ہیں) دو صاحب زادیاں (جو ماشاء اللہ عالمہ بھی ہیں)، خاندان کے بہت سے افراد کے ساتھ ساتھ سیکڑوں تلامذہ، محبین، مریدوں، معتقدوں اور اہل تعلق کی بہت بڑی تعداد چھوڑی ہے۔ جسمانی اولاد کی طرح روحانی اولاد آپ کے صحیفۂ اعمال میں حسنات کے اضافے کا سبب ہوں گے، إن شاء الله العزيز .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از: مفتی محمد آصف لاجپوری

قابلِ اتباع حالات زندگی

مدیر جامعہ وشیخ الحدیث وممتاز مہتمم

حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۲ مئی ۱۹۵۷ء بروز اتوار قصبۂ راندیر کے ایک معروف ومشہور علمی گھرانہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ یہ خاندان اشرف خاندان سے پہچانا جاتا ہے اور حقیقت میں یہ خاندان ہمیشہ سے اسم بامسمّٰی رہا ہے، اور اپنے علاقہ میں ایک باعزت خاندان میں شمار ہوتا ہے، اسی خاندان میں آپ کی پرورش ہوئی، صرف آٹھ سال کی قلیل مدت میں آپ کے والد بزرگوار حاجی اسماعیل صاحب آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر دار العلوم اشرفیہ راندیر کے دفتر اہتمام میں فرش پر آپ کو دادا جان مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے سامنے سلا دیتے تھے، حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ کی زندگی کا ایک نمایاں وصف تلاوتِ قرآن رہا ہے، آپ گھنٹوں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے گویا بچپن ہی سے حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ کے کانوں میں قرآن کریم کی تلاوت کی آواز پہنچتی رہی۔

جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی آپ کے جدّ امجد آپ کی پرورش فرماتے رہے، اور ساتھ ساتھ آپ کی تعلیم میں بھی کوشاں رہے، جسکا نتیجہ اور فائدہ یہ ہوا کہ آپ کو مکتب میں مستقل ناظرہ نہیں پڑھنا پڑا، بلکہ ناظرہ کے ساتھ ساتھ آپ نے حفظ بھی مکمل کرلیا۔

تکمیل حفظ کے بعد دار العلوم اشرفیہ ہی میں اردو فارسی کی کتابیں پڑھنی شروع کردی، اور اسی خاندانی مادرِ علمی میں آپ اخیر تک پڑھتے رہیں، اور وہ وقت بھی آیا کہ آپ کو حکیم

الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ جیسے عظیم بزرگ کے دست بابرکت سے سندِ فضیلت عطا کی گئی۔

آپ کی فراغت اور سندِ فضیلت ۱۹۸۰ء- ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم اشرفیہ سے ہوئی۔

......فراغت کے بعد آپ نے مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے اس وقت کی معروف ومشہور علمی درسگاہ جلال آباد میں داخل ہوکر حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی زیر نگرانی میں ۱۹۸۲ء میں افتاء کیا۔

آپ کے اساتذہ (۱) جدّ امجد حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ (۲) برکت گجرات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (۳) حضرت مولانا حکیم ابوشفاءؒ (۴) حضرت مولانا یعقوب بھڑکودرویؒ (۵) حضرت مولانا رجبؒ (۶) مفتی عبدالغنی کاویؒ (۷) مفتی محمد آچھودی مدظلہ (۸) مولانا یوسف بوڑھانیا مدظلہ (۹) مولانا قاسمصاحب مدظلہ ......وغیرہم

جدّ امجد کی تربیت اور توجہ سے آپ نے دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں بڑی یکسوئی اور محنت سے پڑھا آپ کے ایک رفیقِ درس فرماتے ہیں کہ دورۂ حدیث کے سال میرے رفیقِ درس حضرت مولانا یعقوب اشرفؒ اول نمبر پر کامیاب ہوئے......

تدریسی خدمات: افتاء سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے جدّ امجد کی نگرانی میں دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھانا شروع کردیا بڑی محنت سے ترجمۃ القرآن، مشکوٰۃ شریف، اور سراجی (اسی طرح ابتداء سے لیکر علیا تک کی بیشتر کتابیں) آپ نے سالہا سال تک پڑھائی۔

حضرتؒ کو مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ کے اول شیخ الحدیث ہونے کا بھی شرف حاصل رہا۔

آپ نے ۹/ سال تک بخاری شریف کا درس دیا......فراغت سے اخیر عمر تک اندازاً ۳۵ سال کا تدریسی زمانہ رہا۔

ساتھ ساتھ راندیر چاند کمیٹی کے ۹/ سال تک صدر بھی رہے، اسی طرح جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل اور جامعہ حقانیہ کٹھور کے رکنِ شوریٰ بھی رہے۔

عمر بھر پڑھتا رہا ہی رہا شام و سحر
مشکلوں میں بھی رہا وہ بے خطر ثابت قدم

آپ کو اپنے جدّ امجد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا اجمیریؒ سے بے حد محبت تھی، آپ ہر وقت طلبہ کو اور اسی طرح بیانات میں بھی ان دونوں بزرگوں کا خاص تذکرہ فرماتے تھے۔

تربیت اجمیری کی تھی تجھ پے ہر وقت بیکراں
جن کی محنت سے ہوئے تھے کامیاب و کامراں

مدت اھتمام: جدّ امجد حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے انتقال کے بعد مجلسِ شوریٰ کے مشورہ سے آپ کو منصبِ اہتمام سپرد کیا گیا آپ نے بڑی محنت اور فکر سے اس اہتمام کی ذمہ داری کو سنبھالا، آپ کا مدتِ اہتمام ۲۷ سال رہا......اہتمام کے معاملہ میں آپ بڑے محتاط تھے جب بھی کوئی مدرسہ کے لیے کچھ رقم دینے کے لیے آتا تو آپ فوراً طلبہ کے ذریعہ دفترِ اہتمام (آفس) میں منشی کے پاس پہنچا دیتے، آپ کا اہتمام کا زمانہ بے داغ اور بے عیب رہا، کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دیا......

تیری فکروں سے جو تھی باغ اشرف کی بہار
تیرے علم و فقہ سے تھی باغ صوفی کی بہار

اصلاحی تعلق: اوّلاً آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ سے بیعت ہوئے، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مدظلہ سے اخیر تک اصلاحی تعلق قائم رہا......

کھل گیا تھا فیض تجھ پر صحبت ابرار سے
قلب روشن تھا تیرا عظمت قرآن سے

جس انسان کو اپنی آخرت کی فکر ہو، اپنے اعمال پر نظر ہو، جو اپنے لیل ونہار اور اپنی قیمتی زندگی کو حکمِ خدا اور شریعت کے مطابق گذارنا چاہتا ہو اسی انسان کو اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، حضرتؒ کو باوجود یہ کہ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی سے اجازت اور خلافت حاصل تھی اس کے باوجود اپنے آپ کو اصلاح کا محتاج سمجھتے تھے اور تادمِ حیات اپنے مرشد اور مربی سے اپنا اصلاحی تعلق جوڑے رہے، یہ بڑی خوبی اور کمال کی بات کہلاتی ہے، اور یہ ایسی خوبی ہے جو ہر کس وناکس کو میسر نہیں......

صاحب علم و ہنر تا صاحب شرم و حیاء
صاحب دل صاف گو تھا دین میں بھی با اثر

نکاح: آپ کا نکاح راندیر کے ایک عظیم بزرگ حضرت مولانا اسماعیل ملاںؒ صاحب سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر کی دخترِ نیک سے ۱۹۸۵ھ میں ہوا، آپ کی طبیعت میں سادگی اتنی تھی کہ اپنے نکاح کا رشتہ اور پیغام بھی خود لے کر گئے......

اللہ پاک نے آپ کو اولادِ صالح کی نعمت سے نوازا تھا آپ کی تین اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں، دونوں لڑکیاں ماشاء اللہ دین دار اور عالمہ بھی ہیں......

اور جو صاحبزادہ ہے وہ حقیقت میں آپ کے صحیح جانشین ہیں، حضرت مولانا مفتی احمد بن مفتی یعقوب اشرف (جو حضرتؒ کے انتقال کے بعد دار العلوم اشرفیہ کے ناظمِ اعلیٰ اور مہتمم ہے) اللہ پاک ان سے بھی دین کی خوب خدمات لے، ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے، والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیقِ سعید عطا فرمائے۔ آمین.

وفاتِ حسرت آیات: مؤرخہ ۲۳ ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۸/۱ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات صبح ۶-۳۵ سے ۶-۴۵ کے درمیان آپ کی پاکیزہ روح جسم سے جدا

ہوکراس فانی دنیا کی تمام مشکلوں سے نجات پاکر اپنے حقیقی مالک سے جاملی، ۸/ اکتوبر کا سورج جیسے ہی طلوع ہوا اور آپکے انتقال پر ملال کی خبر نے سب کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا ، چاروں طرف غمگینی کا ماحول پھیل گیا......

وہ کبھی نہ بھلایا جانے والا دن اور کبھی نہ بھلایا جانے والا منظر تھا جیسے ہی آپ کے انتقال کی خبر پھیلی راندیر کی ساری دکانیں اور بازار فوراً بند ہوگئے، سب پر ایک سکتہ طاری تھا ، پورے راندیر میں غم کا ماحول تھا، سانسیں تو چل رہی تھی لیکن جسم ساکت وصامت تھے، اس لیے کہ اچانک اتنے بڑے حادثہ کا پیش آجانا اور حادثہ کو برداشت کرپانا کوئی آسان کام نہیں تھا، خاص کر دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے اساتذہ نیز طلبہ تو گویا حقیقت میں یتیم ہوگئے ہیں، دارالعلوم اشرفیہ کی درودیوار بھی اپنے اس نگہبان کی ہمیشہ کی جدائی پر نالہ کش تھی جیسے جیسے دن چڑھتا گیا جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر تیزی سے پھیلتی گئی، لوگ دور دراز سے اس بزرگ صفت اور فرشتہ صورت محسن ومربی کے آخری دیدار اور صلوٰۃ جنازہ میں شرکت کے لیے کمر بستہ ہوکر راندیر کا رخ فرمانے لگے، آہستہ آہستہ قرب وجوار اور دور دراز سے لوگ جماعت در جماعت آنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے کثیر تعداد میں لوگوں کا ہجوم نظر آنے لگا، ہر کسی کے چہرے پر اداسی اور دل اندر سے غمگین تھے، اتنے بڑے مجمع میں ایک کثیر تعداد علماء کی نظر آتی تھی......

دارالعلوم اشرفیہ کے ساتھ ساتھ مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت کے اساتذہ اور طلبہ بھی اپنے شیخ کی جدائی پر غم زدہ تھے، اس لیے کہ مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ کے کئی اساتذہ دار العلوم اشرفیہ کے تعلیم یافتہ ہیں، جو حضرتؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، گویا مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ کے ذمہ داران اور اساتذہ بھی اس بڑے حادثہ کی وجہ سے غم میں برابر کے شریک تھے......

تجھ پے نازاں تھا تیر ہر ایک شاگرد بالیقین

تیری الفت سے جو تھا دل ہر کسی کا مطمئن

بعد نمازِ ظہر ۳-۳۰ بجے حضرتؒ کا جنازہ گھر سے نکال کر راندیر اسلامیہ جیم خانہ میں پہنچایا گیا، جہاں پر پہلے ہی سے مور وملخ کی طرح کثیر تعداد میں لوگ انتظار میں کھڑے تھے، چاروں طرف سے غیر مسلم بھی اس غمگین منظر کو دیکھ کر پریشان تھے کہ آج راندیر کا کوئی بہت بڑا آدمی اپنے مالک کو پیارا ہو گیا، شام کو ۴/ بجے آپ کے ہونہار فرزند مفتی احمد بن مفتی یعقوب اشرف کی امامت میں صلوٰۃِ جنازہ پڑھی گئی...... بعد میں حضرتؒ کو اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اوصاف وکمالات: حضرتؒ کے اوصافِ حسنہ آپ کے کمالات اور خوبیوں کو کہا تک بیان کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کے اوصاف اور خوبیوں کو شمار کیا جائے تو مستقل ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے، ہر طبقہ کے لوگوں کی زبانی الگ الگ انداز میں آپ کی خوبیاں اور کمالات ہی سنے گئے......

مدرسہ کے ذمہ دار اور مہتمم ہونے کی حیثیت سے طلبہ کے لیے تو آپ کا شمار ایک مشفق ومہربان باپ سے بڑھ کر ہستیوں میں ہوتا تھا، ہم نے اپنی طالبِ علمی کے زمانہ میں اکثر دیکھا کہ آپ جب مدرسہ میں تشریف لاتے تھے تو گیٹ سے دفتر (آفس) چالیس قدم کے فاصلہ پر تھا، اس کے باوجود آپ کو دفتر پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگ جاتا تھا، اس لیے آپ جیسے ہی مدرسہ میں داخل ہوتے تھے طلبہ چاروں طرف سے گھیر لیتے تھے، ہر طالبِ علم کے ساتھ کچھ نہ کچھ گفت وشنید فرماتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے تھے، اس لیے کہ طلبہ حضرتؒ سے بڑے مانوس ہوتے تھے، بے تکلفانہ سوالات کرتے، مگر حضرت بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیتے، طلبہ کی بہت سی نازیبا حرکت پر چشم پوشی فرماتے اور برداشت کر لیتے، طلبہ کو کھلانے پلانے کا بڑا ذوق تھا، اس عاجز نے دورانِ درس خود اپنے کانوں سے سنا، حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ طلبہ کے رہائشی کمروں کی

کھڑکیوں پر انگور کی بیل لگادوں تاکہ طلبہ سوتے سوتے انگور کھاتے رہیں، پھر بطور ظرافت فرمایا کہ اس لیے میں انگور کی بیل نہیں لگا تا کہ طلبہ بھی آج کل تھوڑے شریر ہو گئے، کبھی وقت سے زیادہ پڑھا دیا تو طلبہ فرمائش کرتے کہ حضرت بہت دیر تک پڑھنے کی وجہ سے تھک گئے ہیں اس لیے ہمیں آئس کریم کھلاؤ، حضرت فرماتے کہ ابھی منگوالوں تو سب کے پاس چھوٹی چھوٹی ایک ایک ڈبی آئیگی، اس لیے ایک دو دن بعد آئس کریم کھلادوں گا تاکہ آپ پیٹ بھر کر کھاسکو، اور یہ حقیقت ہے کہ آپ طلبہ کو ۳ سے ۵ گولہ تک آئس کریم سموسہ کے ساتھ کھلاتے تھے، اس سے طلبہ کے ساتھ شفقت کا اندازہ ہوتا ہے، آپ کے اوصاف اور کمالات کو کہاں تک بیان کیا جائے ع -سفینہ چاہیے اِس بحر بیکراں کے لیے۔

مدرسہ کے ذمہ دار ہونے کے باوجود آپ کا اساتذہ کے ساتھ معاملہ قابلِ دید اور قابلِ داد رہا ہے، جس طرح آپ طلبہ کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، اسی طرح اساتذہ کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ یہی رہا ہے، آپ ظریف الطبع تھے، طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ دلجوئی اور دل لگی کی باتیں بھی فرماتے، مہتمم ہونے کے باوجود آپ کی وضع قطع، آپ کی سادگی اور ملنساری کی وجہ سے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آپ مہتمم ہیں یا مدرس...... کبھی طلبہ اور اساتذہ کو آپ کی ذات سے کوئی رنجش کوئی تکلیف پیش نہیں آئی۔

اللہ پاک نے آپ کو اہتمام اور مدرسہ چلانے کی جو صلاحیت اور خوبیاں عطا فرمائی تھی من جملہ ان خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی آپ کا تحمل اور دور اندیشی ہے، طالب علم کتنا بھی شریر ہو اور اس کے بارے میں کتنی بھی شکایتیں آپ تک پہنچے آپ اس کو برداشت فرماتے، اور فرماتے کہ یہ فارغ ہو کر سدھر جائے گا نہیں تو دنیا اس کو سدھار دے گی، اور کچھ نہ کچھ دین کا کام کرے گا...... حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ نے جن جن طالب علم کی شرارت کو برداشت کیا اسے پڑھا کر فارغ کیا، بعد میں وہ طلبہ آج بھی دین کے مختلف

شعبوں میں بڑی بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں، اگر آپ سختی فرما کر ان کو مدرسہ سے نکال دیتے تو وہ دنیا دار بن کر نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے؟ طلبہ کی شکایت پر فوراً کوئی کاروائی نہیں فرماتے، بلکہ پہلے تحقیق کرتے بعد میں موقع دیکھکر مناسب انداز میں تنبیہ فرماتے اور نرمی کے ساتھ نصیحت فرماتے جو طلبہ کے حق میں بہت زیادہ مفید ہوتی، بلکہ اکثر آپ مدرسہ میں جو طلبہ کے درمیان فرماتے اسی میں ہنستے ہنساتے نصیحت فرما دیتے، ورنہ عام طور پر جو شخص منصبِ اہتمام پر ہوتا ہے اس کے تیور اور چہرے کی ترشی دیکھ کر جہاں طلبہ گوشہ نشینی فرماتے ہیں تو دوسری طرف اساتذہ بھی اپنا راستہ بدل لیتے ہیں، لیکن آپ کا اندازِ اہتمام کچھ ایسا نرالہ اور البیلا تھا کہ طلبہ آپ کو دیکھ کر گوشہ نشینی چھوڑ دیتے، اساتذہ قصداً آپ کے سامنے سے گذرنا چاہتے تا کہ آپ کی ظرافت سے کچھ دل لگی کی باتیں سنے، طلبہ اور اساتذہ بے تکلفانہ آپ سے گفتگو فرماتے۔

آپ کی طبیعت اور مزاج کی نرمی کے باوجود اللہ پاک نے آپ کو ایک خاص رعب اور دبدبہ بھی عطا فرمایا تھا، ہمیشہ اپنی پوزیشن اور وقار کو برابر ملحوظ رکھتے، بلند حوصلہ اور بلند اخلاق تھے، باوقار اور دیدہ زیب ہنستا مسکراتا چہرا، انتقال سے چند روز پہلے عیادت کی غرض سے حضرتؒ کی خدمت میں آپکے مکان پر حاضری ہوئی، اب تک وہ منظر نگاہوں کے سامنے ہے، حضرتؒ کے چہرے پر وہی بشاشت اور تازگی تھی، ہنستا مسکراتا چہرا کہ نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا، لیکن کسے پتہ تھا کہ یہ حضرتؒ کی آخری ملاقات اور آخری دیدار اور زیارت ہے؟ پھر آج کے بعد کبھی اس ہنستے مسکراتے فرشتہ صفت انسان کے چہرے کا دیدار نہ ہو سکے گا۔

ہے دعا آصف کی رب سے رکھے تجھ کو شادماں
رب عطا کردے تجھے فردوس میں دائم جگہ

اخیر میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرتؒ کو غریقِ رحمت فرمائے،، اپنی جوارِ رحمت میں جگہ

عطا فرمائے، آپ کے بسے بسائے ہوئے چمن کو شادو آباد رکھے، آپ کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ و بالا مقامات سے نوازے، پس ماندگان کو اسی طرح محبین اور متعلقین کو صبر اور ہمت وحوصلہ عطا فرمائے، آمین . یارب العٰلمین.

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد
مفتی آصف لاجپوری
خادم جامعۃ الکوثر
۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۵ء

* * * * *

مقدور ہو تو خاک سے پوچھو کہ اے لئیم تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے؟

از: مولانا عبدالستار گودھروی

استاذ مرحوم کا تعلق راندیر کے مشہور خاندان ’’خاندان اشرف،، سے تھا آپ کی پیدائش ۱۹۵۷ عیسوی میں اشرف خاندان میں ہوئی آپ بچپن ہی سے جبکہ ایک سال کے تھے کے آپ کے آباؤ اجداد کے قائم کردہ ادارہ ’’دار العلوم اشرفیہ،، میں اپنے داداجان فخر گجرات تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ مفتی احمد اشرف راندیریؒ کے سامنے لائے جاتے تھے آپ کے داداجان قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے اور آپ سوئے سوئے کھیلتے اور سنتے رہتے تھے پھر آپ نے دار العلوم اشرفیہ ہی میں تعلیمی دور کا آغاز فرمایا اور دار العلوم اشرفیہ ہی سے سند فضیلت بھی حاصل کی

آپ نے خوب محنت اور وقت اور اسباق کی پابندی کے ساتھ پڑھا (تعلیم حاصل کی) حضرت مہتمم صاحب کے انتقال کے بعد جب آپ سے منسوب پرانے کاغذات کو کنگالا گیا (دیکھا گیا) تو ایک لفافہ (کور) نکلا اس میں کچھ پیسے تھے اور اس پر لکھا ہوا تھا

کہ یہ رقم (پیسے) استاذ محترم مفتی محمد آچھودی دامت برکاتہم (سابق استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر اور فی الحال شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات، انڈیا کی طرف سے اسباق کی پابندی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے بطور انعام ہے۔

اور آپ نے تقریباً اپنی دس سالہ طالب علمی کے عرصہ میں ایک بھی دن غیر حاضری نہیں کی۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری، مفتی عبد الغنی کاوی، مولانا حکیم ابو الشفاء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

عالم بننے کے بعد آپ نے جلال آباد کے مدرسہ مفتاح العلوم میں مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کے پاس افتاء کی مشق کی۔

اور وہاں سے واپسی پر دار العلوم اشرفیہ میں تدریسی خدمت کا آغاز کیا اور تقریباً ۳۵ سال تک آپ نے تدریسی خدمت انجام دی اس دوران مختلف کتب آپ کے زیر درس رہی اس میں خاص طور سے ترجمۂ قرآن پاک مکمل، مشکوۃ شریف جلد ثانی، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمد اور سراجی زیادہ تر زیر درس رہی۔

اور آپ نے باقاعدہ دار العلوم اشرفیہ کا اہتمام ۲۷ سال تک بحسن وخوبی سنبھالا اور آپ کے دور اہتمام میں دار العلوم نے ظاہری وباطنی طور پر خوب ترقی کی، اللہ تعالی نے آپ کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ کا دور اہتمام گجرات کی تاریخ میں زرین حروف سے لکھا جائے گا اور آپ چھوٹی عمر کے باوجود دور حاضر کے اکابر میں ایک مقام رکھتے تھے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی کے انتقال کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق محدث کبیر حضرت مولانا شیخ یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم العالیہ سے قائم کیا تھا اور حضرت شیخ بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور جب آپ کا وصال ہوا اور اس کی اطلاع حضرت شیخ یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم العالیہ کو ملی تو حضرت نے فرمایا

کہ ”میرا یعقوب چلا گیا اس کو کیا ہو گیا تھا کہ بہت جلدی چلا گیا،،۔

حضرت نے ہندوستان کے کئی صوبہ میں مکاتب قائم کئے مثلاً کاٹھیاواڑ، کشمیر، راجھستان، آسام، مہاراشٹر وغیرہ

اور آپ نے دینی نسبت سے کئی ممالک کے اسفار بھی کئے جیسے پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، برما، رینیون، موریشس، انگلینڈ، کینیڈا، افریقہ، شام، سعودی عرب وغیرہ

حضرت کی زندگی کی آخری رات تھی لوگ عیادت کے لئے آتے تھے تو آپ ہر آنے والے کو اشارے سے آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھا کر دعا کرنے کو کہتے تھے۔

آپ کے انتقال کے بعد کئی لوگوں نے آپ کو اور آپ سے متعلق خواب دیکھے ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت استاذ مرحوم خواب میں آئے اور بتایا کہ میں اخیری رات میں (یعنی جس رات حضرت مہتمم صاحب کا انتقال ہوا) جس طرف نظر اٹھاتا تھا ہر جگہ مجھے ”سلم علیکم،، لکھا ہوا نظر آتا تھا اس لئے میں سمجھ گیا تھا کہ اب میری موت کا وقت آچکا ہے۔

اللہ تعالی حضرت استاذ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور اپنی جوار میں جگہ عطا فرمائیں، آمین۔

گلوسٹر تعزیتی جلسہ میں کی گئی میری تقریر

بعد از خطبہ

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

ولنبلونكم بشئى من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرين، الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه رٰجعون، وقال تعالى، الذى خلق الموت والحيوة ليبلوكم ايكم احسن عملا، وقال تعالى، كل نفس ذائقة الموت، وقال تعالى فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون، وقال تعالى كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذوالجلال والاكرام.

وقد ورد فى الحديث قال النبى صلى الله عليه وسلم اذكروا محاسن موتاكم، (ابوداود)

وقال النبى صلى الله عليه وسلم البركة مع اكابركم (حاكم)

وقال النبى صلى الله عليه وسلم من عزى مصابا فله مثل اجره (ابن ماجه) او كما قال عليه الصلوة والسلام

فرقت کا غم تو غم ہی رہے گا تیرے بغیر
نہ جانے کب بجھے جو لگی ہے تیرے بغیر
کچھ لطف کچھ مزہ نہیں آتا تیرے بغیر
سنا پڑا ہے خطۂ راندیر و سورت تیرے بغیر

محترم حضرات! پورے برطانیہ میں جتنے بھی حفاظ وقاری و عالم ایسے موجود ہیں جنہوں نے دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں تعلیم حاصل کی ان پر یہ فرض کفایہ تھا کہ وہ حضرت مہتمم صاحب مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری کے انتقال پر ملال پر برطانیہ میں کسی جگہ تعزیتی جلسہ منعقد کرے اللہ تعالی جزائے خیر دے میرے رفیق مکرم اور اس مسجد (جامع مسجد گلوسٹر) کے امام وخطیب حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب کو کہ

جنہوں نے اپنے یہاں یہ تعزیتی جلسہ منعقد کر کے اس فرض کفایہ کی ادائیگی میں ہماری مدد فرمائی۔

دوسری بات یہ تعزیتی جلسہ جہاں منعقد ہوا ہے جس میں میں اور آپ جمع ہے وہ ایک مسجد میں ہے اور جنہوں نے ہم سب کو یہاں جمع کیا ان کا نام صالح ہے جو اسم با مسمی ہے تو جگہ بھی ''صالح،، ہے اور جنہوں نے ہمیں یہاں جمع کیا ان کے نام میں بھی ''صالحیت،، ہے اور جس شخصیت کے حالات سننے کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں ان کا جس بستی سے تعلق تھا وہ بھی ''قریۃ الصالحین،، ہے اب ایک اور چیز مجھے اور آپ کو کرنی ہے وہ یہ کہ ہم اپنی ''دعوت صالحہ،، میں حضرت استاذ مرحوم کو ہمیشہ یاد رکھے، تو بہت ساری چیزیں ایسی جمع ہو گئیں کہ جن میں ''صالحیت ہی صالحیت،، ہے۔

اور اس مسجد کا نام جس میں ہم سب جمع ہے ''جامع مسجد،، ہے تو مسجد کا نام ہے ''جامع مسجد،، اور جس شخصیت کے حالات سننے کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں وہ بھی ''جامع الکمالات،، شخصیت تھی۔

اور حضرت مرحوم کا تعلق جس خاندان سے تھا وہ ہے ''اشرف،، اور وہ خود بھی ''اشرف،، تھے اور دارالعلوم ''اشرفیہ،، کے مہتمم تھے تو یہاں بھی ''اشرف،، لگا ہوا ہے اور جس مقام پر ہم جمع ہے وہ مقام بھی از روئے حدیث ''اشرف،، ہے، روایت کے اندر آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک یہودی حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ اے محمد! مجھے ذرا یہ بتائیے کہ ''ای البقاع افضل،، روئے زمین پر کونسا حصہ سب سے افضل ہے؟

اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم میں اس کا جواب حضرت جبریل امین سے پوچھ کر بتلاؤں گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد پر یہی سوال حضور ﷺ نے حضرت جبریل کی خدمت

میں رکھا حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا ’’ما المسئول عنہا باعلم من السائل ،، میرا حال بھی تمہاری طرح ہی ہے اس کا جواب مجھے بھی نہیں معلوم دیکھئے ایک موقع پر یہی جواب حضرت نبی کریم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال پر دیتے ہیں ’’حدیث جبریل ،، کے نام سے جو حدیث شریف مشہور ہے اس میں حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ سے چند مختلف سوالات کرتے ہیں اس میں ایک سوال یہ کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟

اس کے جواب میں حضور ﷺ فرماتے ہیں ’’ما المسئول عنہا باعلم من السائل ،، جو مقام قرآن پاک میں سورۂ فاتحہ کا ہے وہی مقام علماء کرام لکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں حدیث جبریل کا ہے جیسے پورے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے ویسے ہی ساری احادیث کا خلاصہ حدیث جبریل ہے۔

خیر، حضور ﷺ نے جو سوال یہودی نے پوچھا تھا وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے رکھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس پر فرمایا کہ میں اللہ تعالی سے پوچھ کر بتلاؤں گا اور اس کے بعد جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے تو بہت خوش نظر آرہے تھے حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس خوشی کی وجہ دریافت کی تو حضرت جبریل علیہ السلام فرمانے لگے کہ آج میں اللہ تبارک وتعالی سے اتنا قریب ہوا اتنا قریب ہوا کہ اتنی قربت مجھے اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

حضور ﷺ نے پوچھا کہ جبریل! کتنی قربت نصیب ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آج میرے اور اللہ تعالی کے درمیان صرف ستر ہزار نورانی پردے حائل تھے، پھر جبریل علیہ السلام نے جواب بتلایا کہ آپ کے سوال کا جواب مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ روئے زمین پر سب سے بہترین جگہ ’’مساجد ،، ہے اور سب سے بدترین جگہ ’’بازار ،، ہے۔

دیکھئے! یہاں رک کر ایک بات سمجھنے کی ہے کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اور کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو بھی مفتی صاحب ہے یا عالم ہے تو اب گویا اسے ساری علمی باتوں اور علمی سوالات کا جواب معلوم ہونا چاہئے، حالانکہ یہ روایت بتلا رہی ہے کہ عالم یا مفتی کو ہر بات کا علم ہو اسے ہر دینی مسئلہ وقت پر ہی معلوم ہو یہ کوئی ضروری نہیں، اور دوسری بات اگر کسی عالم یا مفتی صاحب سے کوئی سوال پوچھا جائے اور اس کا جواب انہیں معلوم نہ ہو تو صاف کہدینا چاہئے کہ بھائی مجھے اس کا جواب فی الحال معلوم نہیں ہے میں کتاب میں دیکھ کر یا کسی اور جاننے والے سے پوچھ کر تحقیق کر کے بتلاؤں گا۔

دیکھئے یہاں حضور ﷺ کسی مسلمان اور مومن سے اور کسی صحابی کے سوال کے جواب میں یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ مجھے اس کا جواب نہیں معلوم بلکہ ایسے شخص سے کہہ رہے ہیں جو مسلمان بھی نہیں ہے حضور ﷺ نے یہ نہیں سوچا کہ میں اس کے سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کروں گا تو وہ میرے متعلق کیا سوچے گا اور میرے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا نہیں بلکہ اسے صاف صاف کہدیا کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں ہے میں جبریل سے پوچھ کر اس کا جواب دوں گا، آج دونوں طرف سے کوتاہی پائی جاتی ہے بہت سے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو بھی عالم یا مفتی صاحب ہے اسے ہر سوال کا جواب موقع پر ہی معلوم ہونا چاہئے اور جو موقع پر جواب نہ دے پائے تو ایسے شخص کے بارے میں وہ کوئی اچھی رائے قائم نہیں کرتے اور اسکی وجہ سے پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ عالم و مفتی لا اعلم کہنے میں اپنی عار دقت اور مشکلی محسوس کرتے ہیں تو ایسا نہیں ہونا چاہئے جو بات بھی ہو صاف صاف اور صحیح کہدینی چاہئے یہ بات اس روایت سے نکل رہی ہے دینی مسئلہ کسی کو بتانا یہ کوئی معمولی بات نہیں اس کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہے ورنہ غلط مسئلہ کسی کو بیان کر دیا اور بتلا دیا تو جس کو بتایا گیا ہے وہ اس کام کو جب تک اس کے بتائے ہوئے طریق

پر کرتا رہے گا یہ بتانے والا گنہگار ہوگا اور سائل کو بھی سمجھنا چاہئے اور یہ بات ذہن میں بٹھانی چاہئے کہ ہر سوال کا جواب ہر عالم کو ہر وقت مستحضر نہیں ہوتا، اسی لئے کہتے ہیں کہ لا اعلم کہنا یہ بھی بڑا اعلم ہے مگر اس کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں بزرگوں کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے تب جا کر یہ بات پیدا ہوتی ہے۔

خیر، بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم جس جگہ پر جمع ہے وہ جگہ بھی ” اشرف ،، ہے اور جس شخصیت کے حالات زندگی سننے کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں ان کا تعلق بھی ” خاندان اشرف ،، سے ہے۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ موت تو سب کو آنی ہے اس کا تو دنیا میں کوئی منکر ہو ہی نہیں سکتا اور موت کے متعلق تو قرآن کریم کا اٹل فیصلہ ہے ”فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون ،، موت کا وقت تو ہر ایک کے لئے مقرر ہے ویسے یہ بات بھی ہے کہ موت کا وقت تو ہر ایک کے لئے مقرر ہے مگر کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس کی موت کب کہاں اور کیسے آئے گی اگلے سیکینڈ میں کیا ہوگا کسی کو پتہ نہیں

شاعر کہتا ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے اور پل کی خبر نہیں

اور کسی نے کہا ہے۔

انسان ایک بلبلہ ہے پانی کا
کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

اور کہنے والے نے کہا ہے۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
اور زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

تو زندگی یہ موت کے آنے کی خبر دیتی ہے، بلکہ موت تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالی نے اس کے لئے موت اور اس کا وقت اور جگہ کو لکھ دیا ہوتا ہے، کہاں مرے گا کیسے مرے گا کس حالت میں مرے گا، تو موت تو زندگی کے ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہے موت تو زندگی کا پیچھا کر رہی ہوتی ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے یہاں ایک رباعی لکھ کر لٹکا رکھی تھی جو اس طرح تھی

رہ کے دنیا میں بشر کو زیبا نہیں غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بھی بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

موت زندگی کو کہہ رہی ہوتی ہے کہ میں تیرا افالو کر رہی ہوں تیرا پیچھا کر رہی ہوں، لیکن یہ یاد رہے کہ موت سے انسان ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتا ہے اسی لئے آپ دیکھئے موت کے لئے جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اس پر غور کیجئے وہ سب ہمیں یہی کہہ رہے ہیں کہ موت سے انسان کا وجود ختم نہیں ہو جاتا، موت کے لئے ایک لفظ بولا جاتا ہے ’’انتقال،، اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلا گیا، اور اس کے لئے دوسرا لفظ بولا جاتا ہے کہ ’’مر گیا،، تو یہ لفظ ’’مر، یمر،، سے نکلا ہے یعنی گذر جانا پاس ہو جانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ گذر گیا، اور کسی کا انتقال ہوتا ہے تو گجراتی میں بولتے ہیں کہ ’’ فلانو مانس گجری گیو،، یعنی ایک جگیا ئےتھی بیجی جگیا ئے چالیو گیو،، اور انگریزی زبان میں اس کے لئے ایک لفظ مستعمل ہوتا ہے ’’پاسٹ اوے،، اس کا مفہوم بھی تقریبا وہی ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں، اب جب موت سے کسی کو مفر نہیں موت ہر ایک کو آنی ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ پھر یہ تعزیتی جلسہ کیوں منعقد کیا گیا اور ایسے موقعہ پر تعزیتی اجلاس کیوں منعقد کئے جاتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مجالس کے منعقد کرنے کا اور آج کی اس مجلس اور جلسہ کے منعقد کرنے کا ایک مقصد تو یہ ہے جس کو امام شافعی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ ؂

انی اعزیک لا انی علی طمع
من الخلود ولکن سنة الدین
ولا المعزی بباق بعد صاحبه
وما المعزی ولا عاش الی حین

حضرت الامام یہ فرما رہے ہیں کہ ہم جس کو تعزیت پیش کرتے ہیں تو تعزیت پیش کرنے والا اور جس کو تعزیت پیش کی جارہی ہے دونوں ان میں سے کوئی باقی رہنے والا نہیں ہے ہم تعزیت اس لئے پیش کرتے ہیں کہ ’’ولکن سنة الدین،، یہ دین اسلام کا ایک حصہ ہے اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں یہ عمل کرنے کی تعلیم دی ہے، با قاعدہ اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، شروع خطبہ میں میں نے ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک روایت پڑھی تھی اس میں تعزیت پیش کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے ابن جوزی تو اس روایت کے متعلق یوں لکھتے ہیں کہ وہ موضوع ہے مگر ان کو تسامح ہوا ہے وہ جس راوی کو بنیاد بنا کر اس روایت کو موضوع کہتے ہیں تو اس نام کے دو راوی ہیں ایک کے متعلق تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ کذاب ہیں مگر یہاں اس روایت کے راویوں میں وہ راوی مراد نہیں ہے جو کذاب ہے بلکہ اسی نام کا ایک اور راوی ہے تو نام کی یکسانیت کی وجہ سے ابن جوزی کو تسامح ہوا ہے۔

اس پر مجھے ایک اور بات یاد آئی ’’حکایات صحابہ،، میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حنظلہ ؓ جن کا لقب ’’غسیل الملائکة،، ہے ان کا واقعہ

لکھا ہے تو کسی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ ان کا واقعہ نہیں ہے کیوں؟ اس لئے کہ اسی نام کے ایک اور صاحب بھی تھے تو اعتراض کرنے والے نے نام کی یکسانیت کی وجہ سے دھوکا کھایا اور ان کو اس کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی۔

ایسی ہی ایک غلط فہمی بعضوں کو ثعلبہ بن حاطب ؓ کے بارے میں ہوئی دور نبوی میں ایک شخص ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اس نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے مال کی وسعت کی دعا فرمادیں، یہ کافی لمبا واقعہ ہے خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ بڑا مالدار ہوگیا اور پھر مال کی حرص کی وجہ سے اس نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس نے اسلام کو خیر باد کہدیا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ پہلے ہی سے منافق تھا۔

خیر، بہر حال مجھے تو اس میں اصل بات یہ بتانا ہے کہ اس کا نام ’’ثعلبہ بن ابی حاطب تھا،، بعضوں نے اس کو ثعلبہ بن حاطب ؓ،، سمجھ لیا حالانکہ وہ تو پکے مسلمان تھے اور وہ تو بدری صحابی ہیں ان سے ایسے واقعہ کا صدور بعید ہے، اور ثعلبہ بن ابی حاطب،، منافق ہے۔ وہ ابن اسحاق کی صراحت کے مطابق مسجد ضرار کی تعمیر میں بھی شریک تھا۔

تو جو روایت میں نے ابن ماجہ کے حوالہ سے پڑھی وہ موضوع نہیں ہے محققین علماء نے اس کی صراحت کی ہے روایت کا مفہوم یہ ہے کہ جو مسلمان کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے تسلی کے کلمات کہتا ہے تو جو لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے ان کو جو ثواب ملے گا وہی ثواب تعزیت کرنے والے کو بھی ملے گا ذرہ برابر اس میں کمی نہیں ہوگی یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی ؓ کی روایت میں آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کی بالکل آمد سے پہلے پہلے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں مختلف باتیں ارشاد فرمائیں جن کا تعلق رمضان المبارک سے تھا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جو مسلمان کسی روزہ دار کو افطار کراتا ہے تو جو ثواب

روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنے کی وجہ سے ملے گا اتنا ہی ثواب روزہ افطار کرانے والے کو بھی ملے گا ذرہ برابر اس میں کمی واقع نہیں ہوگی تو یہاں پر بھی ایسا ہی ہے۔

تیسری بات مستدرک حاکم میں حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”البركة مع اكابركم ،، برکت اکابرین کے ساتھ ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں اکابرین ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالی کی رحمتیں اور برکتیں بستی والوں پر نازل ہوتی ہیں۔

اور سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا سے جانا تو سب کو ہے مگر اکابر کے دنیا سے تشریف لے جانے کی وجہ سے ہم اس لئے تعزیتی جلسہ منعقد کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالی کی جو رحمتیں برستی تھی اب وہ دنیا سے چلے گئے تو ان کے واسطہ سے اللہ تبارک وتعالی سے دعا مانگنے کے لئے جمع ہوتے ہیں کہ جانے والا تو چلا گیا مگر اس کی وجہ سے آپ کی جو برکتیں اور رحمتیں ہم پر اترتی اور برستی تھیں وہ دروازہ بند نہ کر دینا۔

اور تعزیتی جلسہ منعقد کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جانے والا دنیا سے چلا گیا اس کے جو اوصاف حمیدہ و اوصاف حسنہ تھے اس کا ہمیں علم ہو اور ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلے اور اس کو اپنانے اور ان اوصاف سے اپنے کو متصف کرنے کی کوشش کرے۔

اور یہ بات ہمیں قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتی ہے قرآن کریم کی مشہور سورت جو ہر ایک مسلمان کو یاد ہوتی ہے اور ہر مسلمان اس کو دن میں کئی مرتبہ پڑھتا ہے اس کی تلاوت کرتا ہے جس سے میری مراد ہے سورۂ فاتحہ اس میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتے ہیں ”اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ،، اور علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کے اندر کئی آیتیں ایسی ہیں کہ اس کی تفسیر خود قرآن کریم کی دوسری آیت کرتی ہے تو یہ آیت انہیں میں سے ایک ہے ”اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت

علیھم ،، مفھوم یہ ہے کہ ہدایت دے سیدھے راستہ کی راستہ ان لوگوں کا جس پر تو نے انعام نازل کیا اب یہ انعام یافتہ لوگ کون ہے اس کا ذکر خود قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر آیا ہے ’’ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین ، ، انعام یافتہ لوگوں میں چار لوگوں کا ذکر کیا گیا ان میں ایک ہے ’’ صالحین ،، نیک لوگ ۔

اور تعزیتی جلسہ منعقد کرنے کا ایک مقصد ان سے محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، اور ہمیں یہ ترغیب دینا مقصود ہوتا ہے کہ ہم نیک لوگوں سے محبت کرے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ حضرت الامام یہ کہا کرتے تھے کہ

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

مفہوم یہ ہے کہ میں تو صالحین میں سے نہیں ہوں (یہ ان کی تواضع تھی) اور لیکن نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں شاید اللہ تعالی مجھے بھی ان جیسا بنا دے (ان سے محبت کرنے کی وجہ سے) تو ہم لوگ بھی جو یہاں جمع ہے چاہے ہم نیک نہیں ہے مگر ہم نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ایک دلیل یہاں پر ہماری حاضری ہے، اور اللہ تعالی مرتے دم تک یہ جذبہ اور یہ سلسلہ قائم رکھے اور ہماری آنے والی نسلوں میں بھی یہ سلسلہ قائم و باقی رکھے۔

اور تعزیتی جلسہ منعقد کیا جاتا ہے اس لئے بھی تا کہ ’’ اذکروا محاسن موتاکم ،، (ابوداود) دنیا سے جانے والے کہ اوصاف حمیدہ و اوصاف جمیلہ بیان کئے جائیں۔

حضرت خطیب الامت مولانا ابرار احمد صاحب دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعزیتی

اجلاس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرحوم کے کمالات کا تذکرہ ہو اور ان کمالات کو صرف سن لینا یہ تو اولین منفعت ہے اس کے بعد درجہ عمل اور عبرت حاصل کرنے کا ہے اب ہم سوچیں کہ ان کی زندگی سے عملی طور پر ہم کیا فوائد حاصل کر سکتے ہیں یہ ایک مستقل لمحۂ فکریہ ہے۔

اور فرمایا کہ وفور محبت اور وفور جذبہ میں اگر مبالغہ بھی ہو تو حق تعالی سے امید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے ویسے ہر حال میں چاہے غم ہو یا خوشی آدمی مکلّف تو اس بات کا ہے کہ اعتدال کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن اگر وفور جذبات سے کوئی بات مبالغہ کی بھی ہو جائے تو اللہ تعالی سے معافی مانگنی چاہئے اور معافی کی امید رکھنی چاہئے۔

مختصر طور پر میں نے یہ چند گزارشات اس پر پیش کی کہ تعزیتی جلسہ اور تعزیتی اجلاس کیوں منعقد کئے جاتے ہیں۔

اب کچھ باتیں حضرت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد ”اذکروا محاسن موتاکم،، (ابو داود) کو سامنے رکھ کر پیش کرنی ہے

اللہ تعالی نے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو جن کمالات اور خوبیوں سے نوازا اور متصف فرمایا تھا وہ دو قسم پر تھیں (۱) وہبی (۲) کسبی

وہبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جو اللہ تعالی نے ان کو براہ راست عطا فرمائی تھیں اس میں ان کی محنت و کوشش کا کچھ دخل نہیں تھا

اور کسبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جس کو بھی عطا کرنے والی تو اللہ تعالی ہی کی ذات ہے مگر یہ کہ اس میں بظاہر حضرت مہتمم صاحب کی کوشش اور محنت کو بھی دخل تھا

پہلے مختصر طور پر کچھ تذکرہ وہبی کمالات و خوبیوں کا

(۱) اللہ تعالی نے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو راندیر جیسی علمی نورانی اور صالحین کی بستی میں پیدا فرمایا راندیر کی بستی کو تو کہا ہی جاتا ہے ”قریۃ الصالحین،، یہ نیک لوگوں کی بستی ہے اور اس بستی نے خود بھی بہت بڑے بڑے بزرگوں کو جنم دیا ہے پیدا کیا ہے اور اس

کے ساتھ ساتھ راندیر کا مشہور قبرستان ’’گورغریباں،، یہاں بڑے بڑے اللہ والے مدفون ہیں اور اسی طرح حضرت الاستاذ کی جس قبرستان میں تدفین عمل میں آئی اس قبرستان میں بھی بہت سے اللہ والے مدفون ہیں اور اس بستی کے اندر دو مشہور وقدیم دینی ادارے موجود ہیں ایک دار العلوم اشرفیہ اور دوسرا جامعہ حسینیہ تو اس کی وجہ سے بہت سے اللہ والے مختلف مقامات سے ہجرت کر کے اس بستی میں آئے یہاں انہوں نے تدریسی خدمت انجام دی اور پھر اسی کے ہو کر رہ گئے اور ان کی آخری آرامگاہ بھی پھر یہیں پر بنی ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہ اللہ (۲) مولانا رحمت اللہ صاحب لاجپوری (۳) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری علیہ الرحمہ (۴) شیخ الحدیث حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمہ اللہ (۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمہ اللہ وغیرھم اسی طرح مادرزاد ولی جن کو کہا جاتا ہے یعنی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب علیہ الرحمہ (حضرت میاں صاحبؒ کا مسافرت میں انتقال ہوا تھا) اور یہاں کچھ ایسے حضرات بھی مدفون ہیں کہ جو یہاں ہجرت کر کے تو نہیں آئے مگر چونکہ یہ نیک لوگوں کی بستی ہے اور یہاں کے قبرستان میں بڑے بڑے محدث، فقیہ، مفسر، مجود، مصنف اور صوفی مدفون ہیں لہذا اس بنا پر ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کو انتقال کے بعد یہاں کے مشہور قبرستان ’’گورغریباں،، میں دفن کیا جائے۔

شیخ الحدیث والتفسیر خطیب العصر وخطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ کے متعلق منقول ہے کہ حضرت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے تین جگھوں میں سے ایک جگہ مدفون ہونا نصیب کرنا (۱) مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع (۲) مکہ مکرمہ کا قبرستان جنت المعلی (۳) راندیر کا گورغریباں قبرستان تو اللہ تعالی نے حضرت مولانا مرحوم کی دعا قبول فرمائی اور وہ راندیر کے گورغریباں قبرستان میں آرام فرما

رہے ہیں۔

یہاں ایک بات موضوع سے ہٹ کر ذکر کرتا چلوں دیکھئے ہم جس ملک میں رہ رہے ہیں اس میں ہمیں منجملہ اور دعاؤں کے ایک دعا یہ بھی مانگتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یا تو ایسی جگہ موت نصیب کر جہاں آدمی کے انتقال کر جانے کے بعد کے جو ظاہری مراحل ہیں یعنی کفن دفن وغیرہ کے وہ آسان ہو، کیوں کہ ہم جہاں رہ رہے ہیں وہاں بظاہر زندگی تو بہت اچھی طرح گذرتی ہے مگر یہاں کی موت یہ بڑی مشکل ہے کہ بعض دفعہ یہاں آدمی کے انتقال کے بعد اس کی نعش دو دن تین دن چار دن تک ہسپتال کے ایک خاص روم میں پڑی رہتی ہے اور ایسا کیوں ہوتا ہے اس کی تفصیلات کی ضرورت نہیں وہ آپ سب جانتے ہی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ایک دعا یہ بھی مانگا کرے کہ موت کے مراحل کو بھی آسان فرمائیں اور موت کے بعد کے جو ظاہری مراحل ہے اس کو بھی آسان فرمائیں اور قبر اور اس کے بعد کے بھی تمام مراحل کو آسان فرمائیں، آمین۔

پوسٹ مارٹم سے اور نعش کے فریجر روم میں کئی دن تک پڑے رہنے سے حفاظت فرمائے، برمنگھم کے قریب میں ایک بستی ہے ڈارلسٹن وہاں ماکھنگا (انڈیا کے اندر گجرات میں سورت ضلع میں ایک چھوٹی سی بستی ہے) کے ایک صاحب ہے وہ ایک دعا مانگا کرتے ہیں ان کی یہ دعا مجھے ان کے ایک دوست نے سنائی میں نے وہ دعا سنی تو مجھے بہت پسند آئی میں نے مجھے دعا سنانے والے صاحب سے بھی کہا کہ بڑی اچھی دعا ہے وہ دعا یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے تین جگہوں میں سے ایک جگہ کی موت نصیب کرنا (۱) مدینہ منورہ کی (۲) مکہ مکرمہ کی (۳) یا پھر میرے گاؤں ماکھنگا کی، تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے تین جگہ کو چنا ہے اور تینوں جگہ کے نام کا پہلا حرف ’’میم،، ہے (۱) مدینہ منورہ (۲) مکہ مکرمہ (۳) ماکھنگا تو میں نے ان سے کہا کہ ان سے کہے کہ آپ جس چیز کی دعا مانگ رہے ہیں یعنی ’’موت،، اس کا پہلا حرف بھی ’’میم،، ہی ہے، تو بہر حال میں یہ عرض کر رہا

تھا کہ راندیر یہ ’’قریۃ الصالحین،، ہے،

دوسری بات اور دوسرا وہبی کمال ہے آپ کا دیندار گھرانے میں پیدا ہونا اللہ تعالی نے آپ کو دیندار اور علمی گھرانے میں پیدا فرمایا اور یہ بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں صاحب معارف الحدیث حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے بڑے بڑے احسانات جوان پر ہوئے اس کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے اور اس کو کتابی شکل دی ہے اس کتاب کا نام ہے ’’تحدیث نعمت،، اس میں انہوں نے اللہ تعالی کا سب سے بڑا احسان اس کو گنوایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھے دیندار گھرانے میں پیدا فرمایا اور کیسا دیندار گھرانہ تھا حضرت اپنے والد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب کے مختلف اوقات میں جو وظائف اور دعا پڑھنے کا معمول تھا اس کی تعداد بیس ہزار تھی اور لکھا ہے کہ والد مرحوم یہ بھی کرتے تھے کہ کبھی کبھی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کھڑے کھڑے پوری رات چار ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ تہجد کا معمول تھا حضرت پھر آگے لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دن میری والدہ سے پوچھا کہ والد صاحب کا تہجد پڑھنے کا معمول کب سے ہے؟

والدہ نے بتایا کہ شادی کے بعد تو شروع شروع میں کبھی کبھی ناغہ ہو جاتا تھا لیکن اخیری تیس سالوں میں کبھی تہجد قضا نہیں ہوا فجر کی نماز نہیں تہجد کبھی قضا نہیں ہوا اور فرماتی ہے کہ والد صاحب شروع شروع میں جب کبھی تہجد کے لئے اٹھ نہیں پاتے تھے تو اس کے لئے وہ دوسرے دن نفلی روزہ رکھتے تھے، تو بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دیندار گھرانے میں پیدا ہو جانا یہ اللہ تبارک وتعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔

تیسرا کمال اور خوبی جس میں کسب اور وہب دونوں چیزوں کو دخل ہے وہ یہ کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی حافظ قرآن بنتا ہے قاری بنتا ہے عالم بنتا ہے مفتی بنتا ہے یہ اس کے

لئے اللہ تعالی کا خصوصی انتخاب ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالی نبیوں کا انتخاب فرماتے ہیں فرمایا کہ ”الله اعلم حيث يجعل رسالته“ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہ نے ان کی جو بخاری شریف کی تقریر چھپی ہے ”امداد الباری“، اس میں ایک مقام پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت ”ڈگری“ نہیں یہ ”پوسٹ“ ہے اس کے لئے انتخاب ہوتا ہے آج کی زبان میں اس کے لئے الیکشن نہیں ہوتا بلکہ سلیکشن ہوتا ہے یہی حال مقام صحابیت کا بھی ہے صحابۂ کرام کا بھی اللہ تبارک وتعالی نے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے انتخاب کیا ہے ان کو بھی چنا گیا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے اللہ تبارک وتعالی جس کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ کرتا ہے تو ”من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين“، اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالی کا انتخاب ہوتا ہے اور ویسے اس کے لئے پھر آدمی کو اپنے طور پر کچھ کوشش بھی کرنی پڑتی ہے، تو وہ عالم دین بنے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے دین کے لئے انہیں قبول فرمایا۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ جس کو پڑھ کر طبیعت جھوم اٹھتی ہے وہ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے جیل اور قید خانہ سے چھٹکارے کا سبب بنا تھا تو جو مسلمان علم دین حاصل کرے گا تو یہ علم اس کے لئے دنیا میں شکوک وشبہات کے قید خانہ سے چھٹکارے اور نجات کا سبب بنے گا اور قبر میں عذاب قبر سے چھٹکارے اور نجات کا سبب بنے گا اور آخرت میں جہنم سے چھٹکارے کا سبب بنے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک واقعہ بھی عرض کرتا چلوں، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی نے ان کے انتقال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا محمد کیسے گذری؟

وہ کہنے لگے کہ اللہ تبارک وتعالی نے میری مغفرت فرمادی، پوچھا کہ کس سبب سے؟ تو کہنے لگے کہ علم دین کی بدولت، مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد! اگر تجھے سزا اور عذاب دینا ہوتا

تو میں تجھے علم دین کی دولت سے نہ نوازتا تو علم دین کی بنیاد پر میری مغفرت کر دی گئی۔
حضرت الاستاذ کی چوتھی خوبی ان کی ایک صاحبزادی برطانیہ میں ہے اور اسی جگہ یعنی گلوسٹر میں مقیم ہے اور ماشاء اللہ حضرت مرحوم کے داماد بھی ہماری اس مجلس مل میں موجود ہے ہم ان کو بطور خاص تعزیت پیش کرتے ہیں ویسے تو ہم سبھی تعزیت کے مستحق ہے اس لئے کہ وہ ہم سب کے محسن تھے اس لئے تعزیت پیش کرے تو کرے کس کو حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب ''تحدیث نعمت،، میں بالکل اخیر میں یہ بات لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اولاد سے محبت کا ہونا یہ ایک فطری تقاضہ ہے اللہ تعالی نے انسان کی فطرت اور اس کے نیچر میں یہ بات رکھی ہے اور اس کے ساتھ ایک بات انہوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ یہ ایک شرعی مسئلہ بھی ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ بھی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اپنی اولاد سے آدمی محبت کرے حضرت فاطمہؓ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ جب سفر کے لئے روانہ ہوتے تھے تو سفر پر روانگی سے پہلے آپ آخری ملاقات اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کرتے تھے اور سفر سے جب واپسی ہوتی تھی تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے آکر ملتے تھے اور صرف ملتے ہی نہیں تھے بلکہ ان کی پیشانی کو بوسہ بھی دیتے تھے (ابوداود) اتنی محبت اپنی اولاد سے فرماتے تھے اور صرف اتنا ہی نہیں حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے اور اپنے نواسے کیونکہ پوتے تو تھے نہیں اور کیوں نہیں تھے اس میں بھی اللہ تبارک وتعالی کی حکمت کارفرما تھی چنانچہ حضور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت تک نہیں پہنچی سب کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تو نواسوں سے بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ منبر پر خطبہ دے رہے ہے حضرات حسنین کریمین لمبی چادر اوڑھ کر آگئے اور زمین پر گرنے کے قریب ہو گئے تو حضور ﷺ نے خطبہ روک کر انہیں اپنی گود میں اٹھالیا اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ کو نماز کے اندر (نفل نماز میں) سجدہ کی حالت میں

اپنی پیٹھ پر بٹھا لیتے تھے نماز جیسی چیز جس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ’’قرۃ عینی فی الصلوۃ،، اس کے اندر بچی کے ساتھ یہ معاملہ فرما رہے ہیں تو اپنے نواسوں کے ساتھ محبت کا یہ عالم ہے۔

استاذ مرحوم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ کو بھی اپنی اولاد سے بڑی محبت تھی ابھی حضرت کا چند مہینے پہلے ہی برطانیہ کا سفر ہوا تھا اس میں الحمد للہ مجھے بھی دو دن حضرت کی خدمت کا موقع ملا میرے گھر پر حضرت نے دو دن قیام فرمایا تھا ایک مجلس میں مجھ سے فرمانے لگے کہ عبد السلام! بیٹیاں گھر میں ہوتی ہے تو گھر بھرا بھرا سا لگتا ہے اور فرمایا کہ بیٹیاں گھر کی زینت ہوتی ہے ماں باپ کا بہت خیال رکھتی ہے اور یہ بات کہتے ہوئے حضرت کی دوسری صاحبزادی کا نکاح ہونے والا تھا اس کی شادی کے کارڈ بیگ سے نکال کر مجھے دیئے اور کہا کہ تجھے یہ دعوتی کارڈ جس کو دینا ہو دے دینا تجھے میری طرف سے پوری اجازت ہے اور پھر فرمایا کہ اگر تو شادی میں شرکت کر سکتا ہو تو ضرور شرکت کرنا اور پھر فرمایا کہ میری دوسری بیٹی بھی شادی کر کے اپنے سسرال چلی جائے گی تو میرا گھر خالی خالی ہو جائے گا گھر کی رونق اور زینت چلی جائے گی حضرت الاستاذ کے یہ جملے بڑے مبارک ہے ورنہ آج بھی بہت سے دیندار کہلائے جانے والے لوگ اور گھرانے میں بھی لڑکیوں کے وجود کو بوجھ سمجھا جاتا ہیں کسی عورت کو لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں تو ساس بھی بہو کو ٹوکتی رہتی ہے اور طعنہ دیتی رہتی ہے اور نند اور نندیں بھی اس بات کو لیکر اسے کڑوی کسیلی سناتی رہتی ہے اور بہت سی مرتبہ ساس اور خود اس کا شوہر بھی حالانکہ اس میں بیوی کا کوئی قصور نہیں ہوتا آج کی میڈیکل سائنس یہ کہتی ہے کہ میاں بیوی کا جب ملاپ ہوتا ہے اور وہ مجامعت کرتے ہیں تو میاں بیوی میں سے جس کا منی غالب آتا ہے وہ جنس بنتی ہے اگر بیوی کا منی غالب آیا تو لڑکی کا تولد ہوتا ہے اور شوہر کا منی غالب آیا تو لڑکے کا تولد ہوتا ہے تو اب آپ خود بتائیے کہ قصور کس کا ہے یہ تو ویسا ہی

ہو گیا کہ ۔

الزام اوروں کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت الاستاذ کو اپنی اولاد سے بڑی محبت تھی اور یہ بھی حضور ﷺ کی سنت ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ

فاطمة بضعة منی

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے

تو حضرت استاذ مرحوم کو بھی اللہ تعالی نے ایسا دل عطا فرمایا تھا کہ اس میں اپنی بیٹیوں کے لئے بے پناہ محبت تھی، اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ اپنی ایک بیٹی کو اس کے نکاح کے بعد اسے اپنے سسرال میں چھوڑنے کے لئے خود انڈیا سے بینک کونگ تشریف لے گئے اور حضرت کی جو بیٹی یہاں پر مقیم ہے اس کے یہاں بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا تو اس بچی کی مدد کے لئے خود اپنی اہلیہ کو انڈیا سے ساتھ لے کر برطانیہ پہنچے اور چند دن یہاں ان کے ساتھ قیام فرمایا۔

اور جیسی محبت آپ کو اپنی حقیقی اولاد سے تھی ویسی ہی محبت اپنی روحانی اولاد یعنی اپنے ادارے دار العلوم اشرفیہ کے طلباء سے تھی۔

اور اللہ تعالی نے حضرت استاذ مرحوم کو اہتمام کی لائن سے بھی خوب سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور اسی سمجھ بوجھ کا نتیجہ تھا کہ آپ طلباء کو خوب اچھی طرح ہینڈل کر لیتے تھے ورنہ طلباء سے نبھاؤ اور ان کو خوش رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا ہمارے ایک بزرگ جن کا ابھی ماضی قریب ہی میں انتقال ہوا ہے اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے جس سے میری مراد ہے حضرت مولانا مفتی محمد نیاز ختنی ترکستانی وہ فرماتے تھے کہ طلباء کی مثال ہاتھ میں چڑیا کی سی ہے اگر زور سے دباؤ تو مرنے کا اندیشہ اور کھلا چھوڑ دو تو اڑ جانے کا ڈر ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ طلباء پر زیادہ سختی کرو تو میدان علم چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو کھلی چھوٹ

دیدوتو جس مقصد کے لئے وہ مدرسہ جامعہ اور دارالعلوم میں آئے ہیں اس کے حصول سے پھر غفلت برتتے ہیں وہ مقصد پھر کما حقہ پورا نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک مہتمم کے لئے جب طالب علم اور استاذ کے درمیان یا طلباء اور اساتذہ کے درمیان کوئی ناخوشگوار بات یا ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو وہ موقع مہتمم کے لئے بڑا امتحان کا ہوتا ہے یہ بڑا نازک موقع ہوتا ہے اب سلجھے اور تجربہ کار مہتمم کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ ایسا فیصلہ کرے اور کوئی ایسی درمیانی راہ نکالے کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہ پڑے اور طلباء کا دل بھی رہ جائے ان کو بھی یہ احساس نہ ہو کہ ہماری بات سنی نہیں گئی حضرت مہتمم صاحب کے دور اہتمام میں بھی ایسے مواقع آئے اور مہتمم صاحب نے ان مواقع پر وہی کام کیا جو میں نے ابھی بیان کیا کہ ایسا فیصلہ اور ایسی درمیانی راہ نکالی کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہیں آئی اور طلباء کے دلوں کو بھی رنجیدہ و غمگین نہیں ہونے دیا۔

اور آپ کا دور اہتمام مجموعی طور پر تقریبا ستائیس (۲۷) سال رہا اور اس منصب کو انہوں نے خوب زینت بخشی۔

اور حضرت مہتمم صاحب کے پاس جب کبھی بیٹھنا ہوتا تھا تو ہم یہ خواہش کرتے تھے کہ مجلس زیادہ دیر تک چلے حضرت کی مجلس میں خوب دل لگتا تھا اس کے متعلق بس میں یہی کہوں گا کہ

بہت جی لگتا تھا صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی حضرت استاذ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے آپ کی نسبی اور روحانی اولاد کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے اور دارالعلوم اشرفیہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور اللہ تبارک وتعالی آپ کے جمیع امور خیر کو اپنی بارگاہ میں منظور وقبول فرمائیں

اور بشری تقاضہ کی وجہ سے جو کمی کوتاہی ہوگئی ہو اس کو معاف فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مجلس نمبر(۱)

اس عالم رنگ و بو میں ہر انسان جانے ہی کے لئے آیا ہے

محترم سامعین! یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں جو بھی انسان آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے لاکھوں سال گذر گئے موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔

قرآن کریم نے اس ابدی حقیقت کو ’’کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ،،کے بلیغ انداز میں پیش فرمادیا ہے ہر چیز کو فنا ہے بقا صرف اور صرف اس خالق و مالک کے لئے ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے

حکیم مشرق نے کہا ہے کہ

اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا
نقش کہن ہو کہ نو، منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات و دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

کچھ اموات ایسی ہوتی ہے جو عالم میں ایک شور برپا کردیتی ہے

ان سب حقیقتوں اور صداقتوں کو جانتے ہوئے بھی کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وفات عالم میں ایک شور برپا کردیتی ہے اور اسکی وجہ سے سینکڑوں آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، اور کئی دل مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں عرصے تک یہ زخم تروتازہ رہتا ہے، اور ان کا دنیا سے اٹھ جانا بقول عربی شاعر

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تھدما

انہی نفوس قدسیہ میں ہمارے مشفق و مربی خلیفۂ خاص محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ اور راندیر چاند کمیٹی کے صدر اور ”مدرسہ اسلامیہ،، رامپورہ سورت صوفی باغ ،، کے شیخ الحدیث اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک کے رکن شوری اور راندیر کے بزم اشرف کے روشن چراغ مہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر حضرت مولانا مفتی وحافظ یعقوب بن اسمعیل بن مفتی احمد اشرف نور اللہ مرقدہ تھے۔

راندیر نے اپنا ایک اور عظیم سپوت کھودیا

حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ آج بتاریخ آٹھ اکتوبر ۲۰۱۵ عیسوی بروز جمعرات اللہ تعالی کو پیارے ہوگئے، وہ جوار رحمت میں پہنچ گئے اور سرزمین راندیر جو ”قریۃ الصالحین،، ہے اس نے آج اپنے ایک اور عظیم سپوت کو کھودیا اور ان کی رحلت سے راندیر آج سنا سنا ہوگیا۔

فرقت کا غم تو غم ہی رہے گا تیرے بغیر
کیا جانے کب بجھے جو لگی ہے تیرے بغیر
کچھ لطف کچھ مزہ نہیں آتا تیرے بغیر
سنا پڑا ہے خطۂ راندیر و سورت تیرے بغیر

حضرت استاذ مرحوم کے چند ایک کمالات وخوبیوں کا تذکرہ

اللہ تبارک وتعالی نے استاذ مرحوم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب علیہ الرحمۃ کو بہت سے کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے بعض کمالات وخصوصیات کا تعلق کسب سے تھا اور بعض وہبی تھی جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

قریۃ الصالحین

(۱) اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو راندیر جیسی علمی بستی میں پیدا فرمایا جس کو ”قریۃ

الصالحین،، کہا جاتا ہے جہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ وصلحاء، علماء ومفتیان کرام، حفاظ و قراء، محدثین ومفسرین پیدا ہوئے اور ان میں سے کئی راندیر کے مشہور قبرستان گور غریباں (اور یہی وہ قبرستان ہے کے جس کے متعلق خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی علیہ الرحمۃ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے تین مقابر میں سے کسی ایک میں دفن ہونا نصیب فرما (۱) مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان ''جنت البقیع،، (۲) مکہ مکرمہ کا قبرستان ''جنت المعلی،، (۳) یا پھر راندیر کا '' گور غریباں قبرستان،، اور اللہ تعالی نے حضرت رحمہ اللہ کی تیسری دعا قبول فرمائی اور اب آپ اپنے خسر مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری علیہ الرحمۃ اور برکۃ العصر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہ اللہ (جو شیخ اجمیری کے لقب سے معروف تھے) کے پہلو میں مدفون ہیں (آرام فرما رہے ہیں) اور یہی وہ قبرستان ہے جہاں مادرزاد ولی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ بھی آرام فرما ہیں اور بھی دوسرے بڑے بڑے علماء و صلحاء اس قبرستان میں مدفون ہیں) اور یہ وہ بستی ہے کہ جہاں بڑے بڑے علماء اور مفتیان کرام راندیر کی دو قدیم دینی درسگاہ دارالعلوم اشرفیہ وجامعہ حسینیہ میں بطور مدرس تشریف لائیں اور پھر اس بستی کو اپنا وطن اصلی یا وطن اقامت بنایا، بہر حال میں یہ عرض رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے استاذ مرحوم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب کو ''قریۃ الصالحین،، راندیر میں پیدا فرمایا۔

آپ کی پیدائش ایک علمی گھرانے میں ہوئی

(۲) اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو ایک دینی وعلمی گھرانے میں پیدا فرمایا آپ نے جہاں آنکھیں کھولی وہاں علم ہی علم کا چرچا تھا۔

(۳) آپ دارالعلوم اشرفیہ کے سابق مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب علیہ

الرحمۃ صاحب فتاوی اشرفیہ کے حفید (پوتے) تھے۔

دامن مسیح الامت سے وابستگی

(۴) آپ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ کے خلیفۂ خاص مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ کی معیت اور صحبت میں رہنے اور آپ سے علمی وروحانی استفادہ حاصل کرنے کا خوب موقع ملا۔

آہ اب دنیا میں نہ آئیں گے یہ لوگ
ڈھونڈنے سے بھی نہ پائیں گے یہ لوگ

حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے

(۵) آپ کو برکۃ العصر محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہ اللہ سے بھی شرف تلمذ حاصل رہا، اور سنا کہ حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔

* * *

مجلس نمبر (۲)

دادا جان کے نقش قدم پر

(٦) گجرات کی قدیم ومشہور دینی درسگاہ دارالعلوم اشرفیہ کے اہتمام کا آپ کو شرف حاصل ہوا، اس پورے دور اہتمام میں آپ اپنے دادا جان آپ کے بزرگ و پیشوا سابق مہتمم دارالعلوم اشرفیہ حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ کے اختیار کردہ طور و طریق اور ان کا اہتمام کرنے کا جو طرز اور انداز تھا اسی کا فالو اور اتباع کرتے رہے اور اسی راہ پر حتی الامکان اپنے آپ کو گامزن رکھا۔

اصلاحی تعلق

(۷)اولاً آپ نے اپنا اصلاحی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی علیہ الرحمہ سے قائم فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کے دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی علیہ الرحمہ سے قائم فرمایا۔

حضرت محی السنة سے سے تجدید بیعت

اور حضرت مسیح الامت کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق محی السنة حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نوراللہ مرقدہ سے قائم فرمایا اور حضرت مہتمم صاحب کو حضرت محی السنہ کی صحبت اور خدمت میں رہنے اور وقت گذارنے کا اچھا خاصا موقع ملا اور حضرت استاذ مرحوم حضرت والا ہردوئی کے علوم سے مستفیض ہونے اور وہاں رہ کر اپنے دل کی دنیا کو سنوارنے کی غرض سے راندیر سے ایک لمبا سفر طے کرکے ہردوئی حاضری دیتے رہیں، اور حضرت والا ہردوئی بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت والا ہردوئی کی معیت میں آپ کو ملک و بیرون ملک کے سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی حضرت والا ہردوئی برطانیہ کے ایک سفر میں بھی استاذ مرحوم کو اپنے ساتھ لائے تھے اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے استاذ مرحوم کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے شیخ کے مشن سے عقیدت

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کو قرآن کریم اور اذان واقامت کی تصحیح کا خاص خیال رہتا تھا حضرت والا ہردوئی جہاں جہاں جاتے تھے وہاں ان باتوں کی طرف لوگوں کو خوب توجہ دلاتے تھے، حضرت استاذ مرحوم نے بھی اپنے شیخ کی اس روایت اور

اس مشن کو آگے بڑھایا اور اپنے ادارے دار العلوم اشرفیہ میں ہردوئی سے تعلیم یافتہ ایک استاذ کو بطور مدرس اپنے یہاں دار العلوم اشرفیہ میں مدرس رکھا اور خود بھی وقتاً فوقتاً طلباء کو اذان واقامت کیسے کہنی چاہیئے اور اس میں عام طور پر کیا کیا اغلاط پائی جاتی ہے اس سے آگاہ فرماتے رہتے تھے۔

اور حضرت استاذ مرحوم اکثر اپنے بیانات میں اپنے شیخ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کا کوئی نہ کوئی ملفوظ ضرور سناتے تھے ابھی چند مہینے پہلے استاذ مرحوم کا سفر برطانیہ ہوا تھا حضرت الاستاذ نے اس سفر میں بندہ کے گھر پر بھی دو دن قیام فرمایا تھا اور اس دوران لندن میں جتنے بھی بیانات کے پروگرام ہوئے اس میں بھی حضرت والا ہردوئی کا ذکر کسی نہ کسی بہانہ سے آہی جاتا تھا۔

عقد نکاح

(۸) راندیر کی دوسری قدیم دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ کے مہتمم اور اپنے وقت میں دار العلوم دیوبند کے مجلس شوری کے رکن وممبر حضرت مولانا اسماعیل ملا (موٹا) صاحب علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد نکاح منعقد ہوا اور اس طرح آپ کو حضرت مولانا اسماعیل موٹا صاحب رحمہ اللہ سے ایک خاص نسبت حاصل ہوگئ (اور بزرگوں سے نسبت حاصل ہوجانا یہ بھی ایک سعادت کی بات ہوتی ہے)۔

شاہ صوفی سلیمان صاحب کے گلشن سے وابستگی

(۹) لاجپور بلکہ سرزمین گجرات کے عظیم صوفی وبزرگ شاہ صوفی سلیمان صاحب علیہ الرحمہ کا شہر سورت میں قائم کردہ مدرسہ ''مدرسہ اسلامیہ'' سورت صوفی باغ کی شاخ رامپورہ سورت میں وجود میں آئی تو وہاں درجۂ عالیت بھی شروع ہوئے اور پھر ایک وہ وقت بھی آیا کہ درجۂ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا اور بخاری شریف پڑھانے کے لئے مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت کے منتظمین کی نظر انتخاب حضرت مولانا مفتی یعقوب

اشرف صاحب رحمہ اللہ پر آ کر رک گئی اور اس طرح استاذ مرحوم کو بخاری شریف پڑھانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے لئے یہ دارو رسن کہاں

مدرسہ اسلامیہ رامپورہ کے سب سے پہلے شیخ الحدیث

مدرسہ اسلامیہ رامپورہ سورت صوفی باغ کی جب بھی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں یہ فضیلت اور یہ شرف حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب علیہ الرحمہ کو حاصل ہوگا کہ اس ادارے کے سب سے پہلے (اول) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب علیہ الرحمہ تھے، تو یہ اولیت حضرت کے حصہ میں آئی (ازہر ہند یعنی دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے شیخ الحدیث بھی حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تھے تو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے شیخ الحدیث کا نام بھی ’’یعقوب،، تھا اور یہاں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت کے اولین شیخ الحدیث کا نام نامی اسم گرامی بھی ’’یعقوب،، اس سے ہم نیک فالی لیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے دارالعلوم دیوبند کو جیسی علمی اور روحانی ترقی عطا فرمائی ویسی ہی اس ادارے کو بھی عطا فرمائے گا انشاء اللہ) اور یہ بھی خدا تعالی کا عجیب نظام رہا کہ خاندان اشرف کا قائم کردہ دینی ادارہ ’’دارالعلوم اشرفیہ،، کے سب سے پہلے (اول) شیخ الحدیث سرزمین لاجپور کے ایک عظیم سپوت اور محدث ’’حضرت مولانا سید رحمت اللہ صاحب لاجپوری،، مرحوم تھے یہ اولیت لاجپور کے ایک عظیم سپوت اور محدث وفقیہ کے حصہ میں آئی اور حضرت مولانا رحمت اللہ نور اللہ مرقدہ نے اس ادارے میں تقریباً پچاس سال تک بخاری شریف کا درس دیا اور اس عظیم منصب کو زینت بخشی، حضرت مولانا مرحوم راندیر ہی کے قبرستان میں آرام فرمارہے ہیں وہیں

مدفون ہے۔

اب ادھر دیکھئے لاجپور بلکہ گجرات کے ایک عظیم بزرگ اور جلیل القدر عالم حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ نے سورت ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی بعد میں اس مدرسہ کی ایک شاخ چاندی والا خاندان کے ایک بڑے فعال اور متحرک اور اپنے کام کا دھنی اور دھنی شخص جناب سلیم بھائی چاندی والا نے خالص اہل سورت کے چندے اور مالی امداد سے سورت کے ایک علاقہ رامپورہ میں ایک شاندار اور دیدہ زیب عمارت اس مقصد کے لئے بنائی کہ یہاں پر عالمیت کے درجات بھی شروع کئے جائیں اور پھر ایک وہ وقت بھی آ پہنچا کہ درجۂ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا۔

اب جب اس عظیم منصب کے لئے اس منصب کے موزوں و مناسب شخصیت کی تلاش شروع ہوئی تو خاندان اشرف کے ایک سپوت کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ یہاں پر یعنی مدرسہ اسلامیہ سورت صوفی باغ کی ایک شاخ رامپورہ میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور اس کو زینت بخشی تو مجھے بتانا یہ تھا کہ اللہ تعالی کا نظام دیکھئے کہ راندیر کے خاندان اشرف کا قائم کردہ ادارہ دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے پہلے (اول) شیخ الحدیث لاجپور سے تعلق رکھنے والے مولانا رحمت اللہ نوراللہ مرقدہ تھے۔

اور ادھر سورت میں لاجپور سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ وصوفی شاہ سلیمان صاحب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہیں اور اس ادارے میں سب سے پہلے شیخ الحدیث کے لقب سے جو ملقب ہوتا ہے وہ راندیر کے خاندان اشرف سے تعلق رکھنے والا ایک عالم ہے جس کا نام نامی اسم گرامی ’’حضرت مولانا و مفتی و حافظ یعقوب احمد اشرف صاحب راندیری رحؒ‘‘ ہے۔

* * *

مجلس نمبر(۳)

(۱۰)راندیر چاند کمیٹی کے سابق صدر استاذ مرحوم سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد اس منصب کے لئے بھی بزرگوں کی نظر انتخاب استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب علیہ الرحمۃ پر آکر رک گئی اور آپ تا حیات اس منصب پر فائز رہے اور اس منصب کو زینت بخشی۔

رکن مجلس شوری

(۱۱)اسی طرح استاذ مرحوم گجرات کی مشہور دینی و تعلیمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک کے اور جامعہ حقانیہ کھٹور کے رکن مجلس شوری بھی منتخب ہوئے۔

وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

خلاصہ یہ کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

ایک طرف وہ ایک بڑے ادارے کے مہتمم نظر آتے ہیں۔

دوسری طرف وہ ایک ادارے میں بخاری شریف پڑھاتے ہوئے نظر آتے ہیں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہے۔

تو تیسری طرف وہ راندیر چاند کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے خدمت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

چوتھی طرف وہ پیرو مرشد کی حیثیت سے طالبین کی اصلاح میں کوشاں نظر آتے ہیں۔

پانچویں طرف وہ ایک مقرر اور خطیب کی حیثیت سے بطور خاص مسلمانوں کے دو عظیم تہوار یعنی عیدین کے موقع پر راندیر کی عیدگاہ میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اور یہی کام وہ راندیر کی مسجد قدیم چنارواڈ مسجد میں جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے اس

کے منبر و محراب کو زینت بخشتے ہوئے نظر آتے ہیں

اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور جامعہ حقانیہ کے مجلس شوری کے رکن اور بعض مدارس کی سرپرستی کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

غرض یہ کہ وہ ہر میدان میں کام کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے، اور یہ سب کام ایک آدمی کا تن تنہا انجام دینا اور کر گذرنا اللہ تعالی کی توفیق اور اس کے خصوصی انتخاب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملا
ورنہ ہر مدعی کے لئے یہ دار و رسن کہاں

یقیناً حضرت مرحوم کا بیک وقت یہ سب خدمات انجام دیدینا یہ عند اللہ اور عند الناس ان کی مقبولیت کی علامت تھی۔

تو استاذ مرحوم چھوٹی سی عمر میں اللہ تعالی کی توفیق سے بہت کچھ کر گئے

ہم کیا ہے جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے
اور جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

* * *

مجلس نمبر(٤)

ہر درد کی دوا گویا مہتمم ہی ہوتا ہے

محترم سامعین! خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہتمام در حقیقت کانٹوں بھرا تاج ہے اور مدرسوں

کی دنیا میں مدرس کا کام تو یہ ہوتا ہے کہ مطالعہ کرے اور درس دے، اور خدام کی شان یہ ہے کہ ان کے اوقات فکس ہیں مگر اہتمام ایک ’’بلا،، ہے اور ’’بلا،، کے دو معنی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ’’وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم،، میں بلا کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ’’ابتلاء،، اور ’’انعام،، تو اہتمام میں بلاء یعنی ’’نعمت،، بھی ہے اور ’’زحمت،، بھی ہے وہ کانٹوں بھرا تاج ہے، رات دو بجے بھی کوئی معاملہ یا کوئی مسئلہ پیش آئے تو مہتمم کو جگایا جاتا ہے کہ مدرسہ میں یہ سانحہ رونما ہوا، صبح ہو تب بھی، مدرسہ میں چھٹیاں ہوں تب اس پر نظر اپنے اس کو تلاش کرتے ہیں اور پرایا آ جائے تو وہ بھی اسی کو تلاش کرتا ہے تو جتنی جہتیں ہیں ہر جہت سے اسکی ذمہ داری ہوتی ہے یہ جو مشہور مصرعہ ہے کہ ؎

ہر درد کی دوا صل علی محمد

اسی طرح مدرسوں کی دنیا میں

ہر درد کی دوا گویا مہتمم ہی ہوتا ہے

کہ کوئی قضیہ اور معاملہ ہو تو وہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے اسکی ایسی حیثیت ہوتی ہے کہ یہ بلب ہیں پنکھے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے آلات چلتے ہیں مگر دراصل یہ برق کا اثر ہے کہ وہ تمام میں تابندگی اور زندگی پیدا کئے ہوئے ہیں۔

تو وہ مہتمم بے چارہ یوں تو اپنے مقام پر بیٹھا ہوتا ہے مگر بعض مرتبہ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ ’’کسمپرسی،، کا شکار ہو جاتا ہے (فیض ابرار ج۵ ص۳۱۳۔۳۱۴ بتغیر) میری اب تک کی گفتگو سے آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ مجھے آج کی مجلس میں کچھ باتیں اہتمام اور مہتمم کے بارے میں ذکر کرنی ہے۔

ایک مہتمم ایسا بھی

محترم سامعین! استاذ مرحوم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ ایک بڑے

دینی و تعلیمی ادارے دار العلوم اشرفیہ راندیر کے مہتمم تھے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کے محبوب خلیفہ و مجاز شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھروی رحمہ اللہ جو حاجی فاروق صاحب سے مشہور تھے وہ فرماتے تھے کہ مہتمم کے مادہ میں ''ھم،، موجود ہے اور اس کا مفہوم ہوتا ہے ''غم،، فرماتے تھے کہ اس مادے کا اثر ہے کہ مہتمم صاحبان کو دیکھو تو اکثر مہتمم صاحبان مغموم ہی نظر آتے ہیں، ان کو مدرسہ کے لائن کی فکریں اندر سے کھا رہی ہوتی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طلباء اور اساتذہ سے مہتمم کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، مہتمم طلباء اور اساتذہ کی طرف سے شاکی ہوتا ہے اور طلباء و اساتذہ مہتمم مدرسہ کی طرف سے الا ماشاء اللہ!

مگر جب ہم استاذ مرحوم کو دیکھتے تھے جو کہ دار العلوم اشرفیہ کے مہتمم تھے اور مجموعی طور پر آپ تقریباً ستائیس (۲۷) سال تک اس منصب پر فائز رہے مگر اس پورے دورانیہ میں الحمد للہ! تقریباً سبھی اساتذہ اور طلباء آپ سے خوش رہے اور حضرت مہتمم صاحب کا حال یہ تھا کہ ان کو جب بھی دیکھا تو ہمیشہ ہشاش بشاش اور خوش و خرم دیکھا آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ تیرتی نظر آتی تھی۔

دوسری بات اہتمام کی لائن سے یہ بھی دیکھی گئی کہ اکثر مہتمم صاحبان سے طلبہ ڈرے سہمے رہتے ہیں (ویسے یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است،، ہر ایک کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے، تو ہم نے حضرت مہتمم صاحب مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ طلباء کا جھمگٹا اور طلباء کا جھرمٹ ہمیشہ ان کو گھیرے رہتا تھا اور طلباء کو جو بات کہنی ہوتی وہ بلا تکلف حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ سے کہدیتے تھے تو اور مدرسہ کے مہتمم صاحبان کو دیکھ کر طلباء دور بھاگتے تھے اور حضرت مہتمم صاحب کو دیکھ کر ان سے قریب ہو جاتے تھے۔

طلباء کی فرمائش اور مقام قبولیت

اور حضرت مہتمم صاحب سے طلباء جب کچھ اچھا کھانا پینا ہوتا تو بلاتکلف درخواست کردیتے تھے اور حضرت مہتمم صاحب طلباء کی درخواست کو بخوشی قبول فرمالیتے تھے، سال میں چندایک مرتبہ مرغی کے گوشت کی بریانی (چکن بریانی) اور سال میں چندایک بار آئس کریم، اور راندیر کا مشہور کوکو، اور تربوز کا پانی (جوس) بنوا کر طلباء کی مہمان نوازی فرماتے تھے۔

ایک واقعہ جس کا میں خود بھی گواہ رہا

اور اب جو بات میں عرض کرنے جا رہا ہوں میں خود بھی اس کا گواہ رہا ہوں میرے اشرفیہ کے دور طالب علمی میں بھی ایسا چندایک بار ہوا ہے۔

وہ یہ کہ بارش (برسات) کے موسم میں دارالعلوم اشرفیہ کے اندر کافی زیادہ پانی جمع ہوگیا تھا بارش بہت زیادہ برسنے کی وجہ سے طلباء چونکہ دارالاقامۃ اور درسگاہیں آمنے سامنے تھیں اور ان دونوں کے بیچ میں ایک راستہ پڑتا تھا (سڑک تھی) اس کو پار کرکے (کراس کرکے) جانا پڑتا تھا اور پانی چونکہ بہت زیادہ ہوتا تھا (سیلاب کی سی شکل ہوگئی تھی اور ہو جاتی تھی) تو مدرسہ میں تعلیم کی چھٹی کردی گئی تھی اور طلباء دارالاقامۃ (بورڈنگ) میں مقیم تھے اور بہت سے طلباء کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کو عشاء کی نماز سے پہلے یا عشاء کی نماز کے بعد راندیر اسٹیشن پر چائے پینے جاتے تھے اور ظاہری بات ہے کہ ایسی حالت میں وہ اسٹیشن پر جاکر چائے نہیں پی سکتے تھے تو مہتمم صاحب کی طرف سے باورچی خانہ کے ذمہ دار کو (ناظم مطبخ کو) یہ ہدایت کردی جاتی تھی کہ چائے پکوا کر اور بنوا کر سبھی بچوں کو پلائی جائے تو ایسے حالات میں بھی طلباء کا اتنا خیال فرماتے تھے، ان کی چائے تک کا ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

میرے ساتھ ایک خاص سلوک

اور حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا ایک خاص سلوک اور ایک خاص احسان جو حضرت مہتمم صاحب نے بندہ کے ساتھ کیا ہے اس کو تو میں زندگی بھر بھول نہیں سکتا اس خاص احسان اور سلوک کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ میں درجۂ عربی چہارم میں تھا کہ میرے والد صاحب کو گلے کا کینسر ہو گیا اور میرے گھر میں بھائی بہنوں میں میں ہی سب سے بڑا تھا والد صاحب کو سورت یتیم خانہ کے قریب ایک ہسپتال (آنند ہسپتال) میں رکھا گیا تھا اور اسی میں والد صاحب کا آپریشن بھی ہوا تھا اور اس کے علاوہ بھی علاج کے لئے وہاں کئی ہفتے رکنا پڑا تھا مجموعی طور پر تقریباً دو ڈھائی مہینے رکنا پڑا تھا۔

اس پورے دورانیہ میں حضرت مہتمم صاحب نے مجھے مغرب اور عشاء کے بعد مطالعہ اور تکرار میں نہ بیٹھنے (حاضری نہ دینے) اور رات ہسپتال میں والد صاحب کے ساتھ رہنے کی (گذارنے کی) اجازت دے رکھی تھی اگر یہ اجازت نہ ملتی تو میرے پاس اس وقت اس حالت میں اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ میں اپنی پڑھائی بیچ میں ہی چھوڑ دوں مجھے اپنی پڑھائی بیچ میں چھوڑنی پڑتی۔

میں صبح سات بجے مدرسہ آتا تھا اور گیارہ بجے جب چھٹی ہوتی تو فوراً ہسپتال کے لئے نکل جاتا تھا میرا گاؤں لاجپور سورت سے دور تھا بنسبت راندیر کے اس لئے ایک دن حضرت مہتمم صاحب نے مجھے بلا کر کہا کہ لاجپور سے سورت دور پڑتا ہے راندیر اس کے مقابلے میں قریب ہے تم دوپہر اور شام کا کھانا اپنے ساتھ مدرسہ سے سے ہی لے جایا کرو میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں (میری طرف سے اجازت ہے) اور مجھ سے پوچھا کہ ہسپتال میں والد صاحب کے ساتھ اور کون ہوتا ہے میں نے کہا میری والدہ صاحبہ ہوتی ہے تو فرمانے لگے کہ ان کے لئے بھی کھانا یہیں سے لے جایا کرو تا کہ تم کو

ہوٹل سے یالاجپور سے کھانا نہ منگوانا پڑے چنانچہ والد صاحب جب تک سورت آنند ہسپتال میں علاج کے لئے رکے رہے اس پورے دورانیہ میں دو وقت کا کھانا اور رات کو ہسپتال میں والد صاحب کے ساتھ رات گذارنے کی اجازت اور دوپہر کا جو وقفہ ہوتا ہے اس میں بھی روزانہ ہسپتال جانے کی اجازت دیدی اور ناظم مطبخ سے کہہ دیا کہ مجھے روزانہ دونوں وقت کا کھانا ٹفن میں بھر کر دیدیا کریں۔

الحمدللہ! اس اجازت (بلکہ انتہائی درجہ کی شفقت و مہربانی) کی وجہ سے بہت آسانی و راحت ہوگئی، اللہ تبارک وتعالی حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ کو اس شفقت و محبت کا آخرت میں اپنی شایان شان بھرپور بدلہ نصیب فرمائیں، آمین۔

⁂

مجلس نمبر(۵)

اساتذہ کو لے کر حضرت مہتمم صاحب کا مزاج ومذاق

دارالعلوم اشرفیہ کے اساتذہ کا جو عملہ (اسٹاف) ہے اس پر ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر استاذ گذشتہ کئی سالوں سے یہاں مدرس ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کا مزاج و مذاق اساتذہ کو اندر باہر کرنے کا نہیں تھا کہ ہر سال چند یا ہر دو تین سال کے بعد اساتذہ یا کسی استاذ کو رخصت کردیا اسکی چھٹی کردی اور نئے سال میں نئے استاذ رکھ لئے یا نیا استاذ رکھ لیا جیسا کہ بعض مہتمم صاحبان یہ کھیل کرتے اور کھیلتے رہتے ہیں اس سے مدرسہ کی تعلیم میں پختگی نہیں آتی اور کوئی استاذ پھر بے فکر ہوکر ایسی جگہ پہ نہیں پڑھاتا اسے ہر وقت اپنے نکالے جانے کا ڈر ستاتا رہتا ہے اور وہ بھی اپنے طور پر نئی جگہ ڈھونڈتا یا ڈھونڈتے رہتے ہیں۔

ایک اور خوبی حضرت مہتمم صاحب میں یہ تھی کہ ان کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں مدرس یا مدرسہ کا

فلاں ملازم میری برائی کرتا ہے میرے خلاف باتیں کرتا ہے اس کے باوجود اس کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے ملاقات ہونے پر اس سے ایسی طرح پیش آتے کہ اسے احساس بھی نہیں ہونے دیتے تھے کہ مجھے تمہاری حرکتوں کا علم ہو چکا ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم العالیہ سے لندن کی ایک مجلس میں سنا فرمایا کہ مہتمم ہو تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسا کہ جو سب کی سنتا تھا اور ہضم کر جاتا تھا فرمایا کہ کوئی شخص حضرت قاری صاحب کے خلاف بولتا تھا حضرت اسے بھی ہضم کر جاتے تھے اور کوئی انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کی بھی یہی عادت شریفہ تھی، آج کل کا مزاج تو ڈکٹیٹر جیسا ہو گیا ہے اور ’’عیاں راچہ بیاں،،

اندازِ تدریس

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا سبق پڑھانے کا انداز ایسا تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سبق کو سمجھ لیتا تھا، اس کی بطور خاص دو وجہیں تھیں

(۱) سبق پڑھاتے وقت بالکل آسان اردو استعمال فرماتے تھے تا کہ ہر طالب علم سبق کو اور استاذ مرحوم کی بات کو سمجھ سکے۔

(۲) حضرت الاستاذ کو اسلاف اور بزرگوں کے واقعات بہت یاد تھے اور وہ اس کا استعمال دوران سبق حسب ضرورت اور حسب موقعہ کرتے رہتے تھے جس سے طلباء کو سبق اور استاذ مرحوم کی بات کو سمجھنے میں مدد ملتی تھی اور حضرت مرحوم سبق کے سمجھانے میں اس سے مدد لیا کرتے تھے اس کی میں دو تین مثالیں ذکر کرتا ہوں

حضرت بہت مبارک ہے............

(۱) حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مختصر طور پر خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مردار

ہے ایک دن دوران سبق بات میں سے بات نکلی اور یہ روایت بھی درمیان میں آ گئی تو اس کو ایک واقعہ ذکر کر کے سمجھایا فرمایا کہ

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ جب میرے پاس کہیں سے کوئی چیز ہدیہ میں روپیہ، پیسہ وغیرہ آنے والی ہوتی ہے تو دل بڑا ہی میلا اور دل پر بہت ہی گرانی اور بوجھ سا محسوس ہوتا ہے اور خواب میں گندگی، پاخانہ وغیرہ نظر آتا ہے جس سے یہ اندازہ لگا لیتا ہوں کہ کہیں سے کچھ آئے گا، فرمایا کہ یہ بات حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ سے ذکر کی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ حضرت بہت مبارک ہے حدیث شریف میں بھی دنیا اور اس کی مال و دولت کو ناپاک اور مردار ہی بتایا ہے۔

اسی طرح درس حدیث یا تفسیر قرآن کریم کے پڑھاتے وقت جو بات بیان کر رہے ہوتے تھے اس کی مناسبت سے اکابر کا کوئی واقعہ ہوتا اس کو بھی ذکر فرماتے اور بات کو اور منقح اور صاف فرما دیتے۔

اس سے لوگوں کی گناہوں پر جرأت بڑھ جائے گی

جیسے مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے جس کا میں مختصر طور پر مفہوم عرض کر دوں وہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ حضور ﷺ کو تلاش کر لیا اور اس کے لئے حضرت ابو ہریرہؓ کو لومڑی کی طرح سمٹ سکڑ کے باغ میں داخل ہونا پڑا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے کہا کہ میرے پیچھے دوسرے لوگ بھی آپ کی تلاش میں آ رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے ابو ہریرہؓ کو اپنے نعلین مبارک عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے یہ جوتے لے کر جاؤ اور اس باغ سے نکل کے جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے جو دل کے پورے

یقین کے ساتھ ’’لا الہ الا اللہ،، کی شہادت دیتا ہواس کو جنت کی خوشخبری سنادو، حضرت ابو ہریرہؓ کی ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی، حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ بات حضرت عمرؓ کو سنائی

پھر یہ دونوں حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! ایسا نہ کیجئے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں لوگ بس اس شہادت ہی پر بھروسہ کر کے (سعی و عمل سے بے پروا ہو کے) نہ بیٹھ جائیں لہذا انہیں اسی طرح عمل کرنے دیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا تو جانے دو۔

اس پر ایک قصہ سنایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ایک مضمون ایک رسالہ کے لئے لکھا اس کا عنوان تھا ’’فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات،، کہ اللہ تعالیٰ شانہ (بعض صورتوں میں) برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اس مضمون کو ذرا تفصیل سے لکھا اور اس مضمون کو حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری کے پاس نظر ثانی کے لئے بھیجا تو انہوں نے اس مضمون پر جو چار پانچ صفحات میں تھا قلم پھیر دیا اور یہ فرمایا کہ اس مضمون کے شائع کرنے سے اندیشہ ہے کہ لوگوں کو شہہ ملے گی اور گناہوں پر جرأت بڑھ جائے گی اور ایک قسم کا بہانہ مل جائے گا، چنانچہ پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس کو شائع نہیں کیا۔

اسلام کے سب سے پہلے معلم اور.....................

(۳) دوران سبق یہ ذکر آیا کہ اسلام میں سب سے پہلے معلم اور استاذ بنا کر حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا، اس پر پھر سنایا کہ

حضرت صابر کلیری رحمہ اللہ کو ان کے شیخ بابا فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ نے کلیر بھیجا تھا۔

اسی طرح مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ ان کا اصل گاؤں تو علیگڈھ کے قریب تھا لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے جلال آباد تشریف لائے

اور پھر پوری زندگی وہیں پر گذاردی۔

* * *

مجلس نمبر(٦)

اندازخطابت

محترم سامعین! ہر شخص کی الگ الگ زبان اور ایک الگ طرز ادا ہوتا ہے کوئی واعظ خوش بیان ہوتا ہے جس کے چٹکلوں اور لطیفوں اور مسجع و مقفع عبارتوں سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں اور گھنٹوں ان کی تقریر سنتے ہیں، کوئی شعلہ بیان خطیب ہوتا ہے جس کی تقریر سے آگ برسنے لگتی ہے اور ہنستے ہوئے لوگ رونے لگتے ہیں۔

حضرت استاذ مرحوم نہ شعلہ بیان خطیب تھے نہ خوش گلو واعظ وہ ان ساری صفات سے خالی تھے ان کی ایک الگ زبان تھی اور ایک الگ طرز ادا انہوں نے کبھی اس کا خیال نہیں کیا کہ سامعین پر کیا اثر پڑے گا، حضرت الاستاذ کی زبان کے الفاظ اگر چہ عصر جدید کے الفاظ و تعبیرات سے میل نہیں کھاتے تھے لیکن سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتے اور گھر کر جاتے اور بالکل اس کے مصداق تھے کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

آپ تقریر میں تدریس کے لئے جیسی اردو کا استعمال فرماتے تھے اس سے بھی آسان اردو تقریر کے اندر استعمال فرماتے تھے کیونکہ تقریر کا مقصد لوگوں کو خاص کر عوام کو دین کی باتیں سمجھانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی علمی قابلیت کا مظاہرہ کرنا (پرچار کرنا) آپ کی تقریر کا سمجھنا ہر ایک کے لئے بہت آسان ہوتا تھا۔

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقریر اور بیان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخاطب یا

مخاطبین خطیب کی بات کو سمجھ جائیں

قرآن کریم میں سورۂ طٰہٰ پارہ نمبر سولہ رکوع نمبر دو میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے ہیں کہ

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی

ان میں ایک چیز اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ طلب کی گئی ہے کہ میری زبان کی گرہ کو کھول دے ، کیوں؟ تا کہ وہ یعنی فرعون میری بات کو سمجھ سکے۔

تو معلوم ہوا کہ تقریر کا انداز اور طرز تکلم ایسا ہو کہ اس میں مخاطبین اور سامعین کی پوری رعایت ہو بات اس طرح ان کے سامنے کہی رکھی اور بیان کی جائے کہ وہ اس کو سمجھ سکے اور تقریر و بیان سنتے ہوئے اور سننے کے بعد سامعین کے دل کی کیفیت یہ ہو کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مقرر اپنے سامعین کے سامنے اس طرح تقریر کرتا ہے کہ مقرر کی بات سامعین کی سمجھ ہی میں نہیں آرہی ہوتی ہے عام زبان میں کہہ لے کے ان کے سر کے اوپر سے جارہی ہوتی ہے تو یہ مقرر کی سامعین سے محبت نہ ہونے کی علامت ہے اگر اس کو سامعین سے محبت ہوتی تو وہ اس انداز سے بیان کرتا کہ وہ بات کو سمجھ لیتے۔ اس پر ایک واقعہ بھی سنتے چلتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھروی (حاجی فاروق صاحب) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کا دنیا سے جانے کا وقت قریب تھا حضرت سے تعلق رکھنے والے چند لوگ جو تھانہ بھون کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے وہ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت تھانویؒ سے درخواست کی کہ حضرت! آخری وقت میں آپ ہمیں کوئی ایسی

نصیحت کرتے جائیں کہ ہم اسے پلو باندھ لیں اور وہ ہمیں زندگی بھر کام دے۔
حضرت تھانویؒ نے ان کی خواہش کا احترام فرمایا اور اپنے علمی معیار کے مطابق نہیں بلکہ مخاطبین کی رعایت کرتے ہوئے یوں کہہ لیجئے کہ ان کی زبان ہی میں انہیں تین نصیحتیں کیں فرمایا کہ:

(۱) اللہ تبارک وتعالی کی رضا مطلوب ہو چاہے گھر میں رضائی نہ ہو
(۲) یکسوئی مطلوب ہو چاہے گھر میں سوئی نہ ہو
(۳) اور خود رائی رائے کے دانہ کے برابر بھی نہ ہو

حضرت مہتمم صاحب مرحوم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری علیہ الرحمۃ کا انداز بیاں بھی ایسا ہی تھا کہ وہ سامعین کی رعایت کرتے ہوئے اور یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ ''یفقھوا قولی، ، جو حضرت موسی علیہ السلام نے دعا میں اللہ تعالی سے مانگا اسی کی رعایت کرتے ہوئے خطابت فرماتے تھے حضرت مرحوم کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ شاعر کے شعر میں کچھ ترمیم کے ساتھ ؎

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
بس کوشش یہی ہے کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

مجلس نمبر (۷)

خطیب الامت کی کتب کا انتظار رہتا ہے

محترم سامعین! ابھی کچھ عرصہ پہلے برطانیہ کا سفر ہوا تھا حضرت مرحوم کا تو اس میں میرے مکان پر بھی دو دن قیام فرمایا تھا اس میں ایک دن فرمانے لگے کہ عبد السلام! مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی علیہ الرحمۃ کی کوئی نئی کتاب ابھی بہت عرصہ سے آئی نہیں، کب آئے

گی؟

اس پر میں نے کہا کہ حضرت! میرے بچے جب چھوٹے تھے تو ماشاء اللہ کافی کام ہو گیا اب جیسے جیسے بچے بڑے ہو رہے ہیں ویسے ہی مشغولیت بھی بڑھتی جا رہی ہے اس لئے اس پر آج کل کچھ کام نہیں کر پا رہا ہوں۔

پھر میں نے کہا کہ ’’ارشادات خطیب الامت،، کے نام سے حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ کے ارشادات کو ترتیب دے رہا ہوں تقریباً ساٹھ صفحات ہوئے ہیں اس کے بعد کام آگے نہیں بڑھ پایا ہے اس پر فرمایا کہ وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا کام کرتے رہو پھر مجھ سے کہنے لگے کہ اصل میں مولانا ابرار احمد صاحب کے بیانات اور آپ کی مجالس میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ علمی ہوتی ہیں حضرت کی باتوں میں علمی نکات ہوتے ہیں اس لئے پڑھنے میں خوب جی لگتا ہے اور اس کے پڑھتے وقت مزہ بھی آتا ہے چونکہ اس میں علمی مواد ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت الاستاذ سے یہ باتیں سننے کے بعد میں نے وقت نکال کر کام کرنا شروع کر دیا اور پھر الحمدللہ وہ کتاب بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آ گئی مجھے اصل میں اس ملفوظ کے ذکر کرنے سے یہ بتانا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کا ذوق علمی تھا اور آپ علمی باتوں اور علمی کاموں اور علمی نکات کو پسند فرماتے تھے۔

مگر کیا کہئے آج کا دور ’بقول حضرت خطیب الامتؒ فلمی،، دور ہے لوگوں کو ’’علمی،، باتوں سے وحشت ہوتی ہے۔

’’توفیق باری،، سے ’’توفیق الباری،، مل گئی ہے

حضرت مہتمم صاحب کی نظر جو نئی کتابیں چھپ کر آتی رہتی ہیں اس پر بھی رہتی تھیں برطانیہ کے اپنے آخری سفر میں حضرت لندن کے ہوائی اڈے پر اتر کر وہاں سے سیدھے گلوسٹر پہنچے میں نے حضرت الاستاذ کو فون کیا پہلی مرتبہ کی بات چیت ہی میں حضرت

الاستاذ مجھ سے کہنے لگے کہ میں تیرے فون ہی کا انتظار کررہا تھا اور پھر فرمایا کہ تیرے لئے ہندوستان سے ایک کام لے کر آیا ہوں جو تجھے کرنا ہے میں نے کہا کہ حضرت آپ حکم فرمائیں بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے بلکہ اس کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

اس پر فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے پاکستان سے ایک عمدہ کتاب چھپ کر آئی ہے وہ انڈیا میں نہیں مل رہی میں نے سنا ہے کہ برطانیہ میں ملتی ہے۔

میں نے کتاب کا نام پوچھا تو بتایا کہ اس کا نام ''توفیق الباری،، ہے اس میں بخاری شریف کی پانچ چھ اہم شروحات کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کیا گیا ہے مجھے وہ کتاب چاہئے چنانچہ میں نے برطانیہ کے مختلف کتاب گھروں میں فون کیا مگر یہ کتاب کسی کتب خانہ والے کے پاس موجود نہیں تھی۔

چنانچہ پھر وہ کتاب میں نے پاکستان سے منگوا کر حضرت کو پہنچادی کتاب حضرت الاستاذ کے ہاتوں میں پہنچے اس سے پہلے میں ہندوستان پہنچ گیا حضرت نے پوچھا بھائی وہ کتاب کہیں سے ملی؟

میں نے حضرت سے ہنستے ہوئے کہا کہ حضرت! ''توفیق باری،، سے ''توفیق الباری،، مل گئی ہے اور بہت جلد آپ کے ہاتوں میں پہنچ جائے گی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے

مجھے یہ بتانا تھا کہ آپ اچھی اور عمدہ کتابوں کو حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

* * *

مجلس نمبر(۸)

محترم سامعین! آج کی مجلس میں حضرت الاستاذ مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے

سنے ہوئے ملفوظات میں سے چند ایک ملفوظ آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

یہ بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے

فرمایا کہ: حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ ایک آدمی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے جو میری برائیاں اور میری کمیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کی نعمت اس طرح ہے کہ سبھی لوگ اگر آدمی کے معتقد ہو اور اس کے چاہنے اور ماننے والے ہو تو آدمی میں بے فکری پیدا ہو جاتی ہے اور کوئی ایسا کرم فرما بھی ہو تو آدمی چوکنا رہتا ہے اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے بایں معنی یہ اللہ تعالی کی نعمت ہے۔

موجودہ دور کی ایک عام بیماری

فرمایا کہ: آج جسے دیکھو وہ یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ مجھ پر کسی نے کچھ باہر کا (جادو) کر دیا ہے اکثر یہ وہم اور آدمی کا اپنا قائم کردہ غلط گمان ہوتا ہے اور پھر جب ایک مرتبہ یہ سوچ بن جاتی ہے اب وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے ہر واقعہ اور ہر بات کو اسی نظریہ اور اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے اور پھر عاملوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور پھر نتیجہ اس میں وقت، پیسہ اور بعض مرتبہ ایمان بھی برباد کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میرے پاس راندیر میں ایک غریب بوڑھی خاتون آئی اور تھی وہ ان پڑھ اور آکر کہنے لگی کہ مجھ پر کسی نے کچھ کر دیا ہے (جادو)

میں نے اس سے کہا کہ آپ پر کسی نے کچھ نہیں کیا ہے تم نے اپنے طور پر ایسا خیال قائم کر لیا ہے پھر فرمایا کہ میں نے سوچا کہ یہ نہ جوان ہے نہ خوبصوت ہے اور نہ مالدار ہے اور نہ پڑھی لکھی ہے اب اس پر کوئی جادو وغیرہ کیوں کرے گا آدمی اگر ایسی غلط حرکت کرتا ہے تو اکثر اس کا سبب حسد ہوتا ہے اب اس کے پاس تو ایسی کوئی چیز تھی ہی نہیں جس پر

حسد کیا جائے فرمایا کہ آج یہ وبا بہت عام ہوگئی ہے اوراس میں صرف ناخواندہ لوگ ہی نہیں پڑھے لکھے دین کا علم رکھنے والے اور بہت سے سند یافتہ علماء بھی اس وباء کا شکار ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا ابوالوفاءؒ کا دوران خطابت ایک معمول

فرمایا کہ: حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوری علیہ الرحمۃ بڑے مقرر تھے وہ دوران بیان جب حضور ﷺ کا ذکر آتا تو ’’سید الاولین والاخرین،، بولتے تھے اور فرمایا کہ ان کو پوری ابن مانہ شریف زبانی یاد تھی۔

چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی

فرمایا کہ: ہمارے حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کو کوئی یہ کہتا کہ حضرت فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے تو حضرت کو ذرا مشکل لگتا اور پھر اسی صفحہ کے متعلق حضرت سے یہ کہا جاتا کہ اس صفحہ کو سمجھانا ہے تو یہ کام حضرت کو بہت آسان لگتا۔

یہی حالت حضرت استاذ مرحوم (حضرت مولانا یعقوب صاحب) کی بھی تھی اوراس پر حضرت استاذ مرحوم یہ فرماتے تھے کہ میرا بھی یہی حال ہے اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے تو مجھے ذرا مشکل لگتا ہے اوراگر یہ کہا جائے کہ فلاں صفحہ کو سمجھانا ہے تو یہ عمل بہت آسان معلوم ہوتا ہے پھر فرماتے تھے کہ چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی۔

اسی کا نام ’’معرفت،، ہے

فرمایا کہ: علامہ انورشاہ کشمیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے لیکن دعا کو اخیری وقت نہ مانگے بلکہ افطار سے کچھ وقت پہلے مانگ لے اور پھر اخیری وقت یہ مراقبہ کرے کہ سامنے رکھی ہوئی

چیزیں میرے لئے حلال ہے لیکن ابھی اللہ تعالی کا حکم کھانے کا نہیں ہے اس لئے میں نہیں کھاتا ہوں اسی کا نام ''معرفت،، ہے۔

بعض مسائل کو صوفیاء نے جیسا سمجھا ہے علماء.........................

پھر شاہ صاحب کا ایک اور ملفوظ سنایا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض مسائل کو صوفیاء نے جیسا سمجھا ہے علماء اس کو اس طرح نہیں سمجھ پائے ہیں۔

حاشیہ نچوڑ ہوتا ہے اور اس میں علمی باتیں ہوتی ہیں

فرمایا کہ: حضرت مولانا یعقوب صاحب سارودی دامت برکاتہم العالیہ سے سنا فرمایا کہ جب میں کتاب کا حاشیہ پڑھتا ہوں تو طلبہ خوش ہو جاتے ہیں اور بعض طلبہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ حاشیہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب آپ نے پڑھا تو ایسا لگتا ہے کہ حاشیہ بہت آسان ہے پھر حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ حاشیہ نچوڑ ہوتا ہے اور اس میں علمی باتیں ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے درس کا ایک انداز ایسا بھی

فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کبھی کبھی درس کے موقع پر بہت ساری کتابیں لیکر بیٹھتے پھر جب کوئی بات آتی تو وہ کتاب کھولکر اسی کتاب میں سے دیکھ کر پڑھ کر بتاتے۔

مذہب حنفیت یہ کمالات نبوت کے قریب قریب ہے اور مذہب شافعیت....

فرمایا کہ: ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ خود مجتہد ہوں گے لیکن ان کا مسلک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے قریب قریب ہوگا اس لئے کہ مذہب حنفیت یہ کمالات نبوت کے قریب قریب ہے۔

اور مذہب شافعیت یہ کمالات ولایت کے قریب قریب ہے۔

جنتیوں کی مہمان نوازی کی وجہ

فرمایا کہ: جنتیوں کی جو مہمانی (مہمان نوازی) کی جائے گی وہ زاہدوں کی وجہ سے کی جائے گی اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں دنیوی لذات کو ترک کیا اور نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا تو اللہ تعالی ان کی برکت سے تمام جنتیوں کی دعوت کرے گا۔

تقدیر کا مسئلہ مجھ پر کھول دیا گیا ہے

فرمایا کہ: شاہ عبدالغنی پھولپوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے تقدیر کے مسئلے کو مجھ پر کھول دیا ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کو سیاسی سوجھ بوجھ خوب تھی

فرمایا کہ: حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ کو اللہ تعالی نے سیاسی سوجھ بوجھ خوب دی تھی اگر ان کو ایک بڑا ملک چلانے کے لئے دیدیا جاتا تو ان میں یہ استعداد تھی کہ وہ اس کو سنبھال سکتے تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی راندیر بھی تشریف لائے تھے

اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی رحمہ اللہ کبھی پلنگ پر نہیں سوتے تھے اور حضرت مولانا ۱۹۲۰ عیسوی میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے جلسہ میں بھی تشریف لائے تھے۔

* * *

مجلس نمبر (۸)

آج وہ خود رخصت لے کے چلے گئے

محترم سامعین! مدرسہ جامعہ اور دارالعلوم میں پڑھنے والا طالب علم یا طلباء جب اپنے گھر

جانا چاہتا ہے یا گھر جانا چاہتے ہیں تو جمعرات کی صبح ہی مدرسہ جامعہ اور دارالعلوم سے چھٹی لے کر اپنے گھر جانے کے لئے نکل جاتے ہیں نکل کھڑے ہوتے ہیں چونکہ ان کو جانا دور ہوتا ہے اس لئے وہ شام تک کا انتظار نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح استاذ مرحوم حضرت مہتمم صاحب کو اپنے اصلی گھر جانا تھا تو جمعرات کی صبح ہی کو دنیا کے مدرسہ سے رخصت لے کر اپنے حقیقی گھر چلے گئے کل تک جو طلباء کو چھٹی اور رخصت دیتے تھے آج وہ خود یہاں سے ہمارے درمیان سے (دنیا سے) ہمیشہ کی رخصت لے کر اپنے حقیقی گھر چلے گئے۔

کون کہتا ہے یعقوب مرگیا
در حقیقت وہ اپنے گھر گیا

اس پل کے بنانے کا فائدہ انشاء اللہ حضرت مرحوم کو اس پل پر ہوگا

دارالعلوم اشرفیہ میں بارش کے موسم میں کبھی کبھار دارالاقامۃ (بورڈنگ) اور درسگاہیں جو ہے اس کے درمیان جو راستہ پڑتا ہے وہاں بہت زیادہ پانی بھر جاتا تھا جس کی وجہ سے دو تین دن کے لئے تعلیم کا سلسلہ موقوف رکھنا پڑتا تھا۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے حساس دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس طرح طلباء کے اسباق کا ناغہ ہو تو آئندہ اگر بارش کے موسم میں ایسی صورت حال پیش آجائے تو اس سے نمٹنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب نے یہ کیا کہ دارالاقامۃ اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنادیا اس طرح پل بنادینے سے تین فائدے ہوگئے۔

پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ آئندہ کبھی بارش کے موسم میں ایسی صورت حال جس کا میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں پیش آجائے تو طلباء کی تعلیم کا حرج نہ ہو اسباق کا ناغہ نہ ہو کہ طلباء ایسی صورت میں دارالاقامۃ سے اوپر ہی اوپر سے پل سے گذر کر سیدھے اپنی اپنی درسگاہ میں پہنچ جائے۔

اور دوسرا فائدہ یہ کہ عام دنوں میں بھی وہ پل کے راستہ سے اوپر ہی اوپر سے نیچے آئے بغیر اپنے کمرہ سے نکل کر پل کے راستہ سے سیدھے اپنی اپنی درسگاہ میں پہنچ جائے۔

اور تیسرا فائدہ یہ کہ بارش کے موسم میں بارش سے بچنے کے لئے دارالاقامۃ سے درسگاہ تک پہنچنے کے لئے چھاتے کا استعمال بھی نہ کرنا پڑے کہ اپنے کمرے سے نکل کر سیدھے پل کے واسطہ سے درسگاہ میں پہنچ جائے۔

تو اس میں مجھے ایک بات یہ بتانی ہے کہ طلباء کے لئے پل بنا کر حضرت مہتمم صاحب نے طلباء کے لئے اپنے کمرہ سے نکل کر درسگاہ تک پہنچنا آسان کر دیا اب وہ بغیر کسی مشقت کے پل پر سے آسانی سے گذر کر درسگاہ تک پہنچ جائے

ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمان کو جنت میں پہنچنے کے لئے پل صراط سے گذرنا پڑے گا اور لوگ مختلف طریقہ سے پل صراط سے گذریں گے اپنے اپنے اعمال کے بقدر تو اللہ تعالی کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اس عمل (پل) کے طفیل میں حضرت مہتمم صاحب کے لئے پل صراط سے عبور کو بہت آسان فرما دیں گے۔

* * * * *

مجلس نمبر (١٠)

آج ہمیں نکاح کا حقیقی مقصد حاصل کیوں نہیں؟

محترم سامعین! استاذ مرحوم کی ازدواجی زندگی بہت پر مسرت گذری آج کل لوگ نکاح کے بندھن میں بندھ تو جاتے ہیں مگر ان کی ازدواجی زندگی جیسی ہونی چاہئے جیسی گذرنی چاہئے گھر جنت کا نمونہ ہونا چاہئے میاں بیوی کا رشتہ اور ان کا تعلق یک جان دو قالب کا مصداق ہونا چاہئے ویسا نہیں ہوتا اکثر میاں بیوی میں آپس میں نا اتفاقی نا چاقی اور دونوں ایک دوسرے سے شاکی بلکہ اس سے آگے بہت سے کیسیس میں دونوں اپنے دل

میں ایک دوسرے کی طرف سے بھرپور نفرت لئے ہوئے ہوتے ہیں، اور ساتھ میں رہ کر صرف گذارہ کر رہے ہوتے ہیں، کسی نہ کسی مجبوری کی وجہ سے بظاہر ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں باقی قرآن کریم نے نکاح کا جو مقصد بتایا ’لتسکنوا الیھا، ، وہ بات نظر نہیں آتی، کیوں؟

اور حضرت الاستاذ کی ازدواجی زندگی بہت پر مسرت گذری، کیوں؟ غلطی کہاں ہو رہی ہے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

نکاح کے سلسلہ میں حضور کریم ﷺ کا ایک ارشاد مبارک یہ ہے کہ ’’تنکح المراۃ لاربع لمالھا و لجمالھا و لحسبھا و لدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک او کما قال علیه الصلوۃ والسلام، ،

مفہوم یہ ہے کہ عورت سے نکاح چار وجہوں سے کیا جاتا ہے یا تو مال کی وجہ سے یا جمال کی وجہ سے یا حسب نسب کی وجہ سے یا دینداری کی وجہ سے تو جس نے کسی خاتون سے نکاح اسکی دینداری کی وجہ سے کیا وہ کامیاب ہو گیا۔

ہم استاذ مرحوم کہ حق میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس روایت میں عورت کی جس خاص صفت دیکھ کر اس سے نکاح کرنے کو کہا اور اس پر کامیابی کا مژدہ سنایا یہ بات حضرت استاذ مرحوم کے حق میں من وعن پوری ہوئی اور یقیناً حضرت رحمہ اللہ کی ازدواجی زندگی بہت پر مسرت گذری کیونکہ نکاح کرتے وقت ’’ولدینھا، ، کا لحاظ اور خیال رکھا گیا۔

کاش! ہر والدین اور ہر نکاح کرنے والا لڑکا اور لڑکی نکاح کرتے وقت اس بات کو اور اس خاص وصف کو ذہن میں اور اپنے پیش نظر رکھے کہ ازدواجی زندگی کی کامیابی کا راز اور اسکی نیو اور بنیاد ’’ولدینھا، ، ہے جب یہ دیکھ کر نکاح کیا جائے گا تو انشاءاللہ ’’فاظفر بذات الدین، ، یقینی ہے۔

اگر اس وصف خاص کو مقدم رکھتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ اور تین اوصاف یا کوئی ایک یا دو وصف بھی موجود ہو کہ ”لمالها و لجمالها و لحسبها، تو یہ ”نور علی نور،، اور ”سونے پہ سہاگہ،، ہے مگر مقدم ’و لدینها، کو رکھنا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

الدنیا کلها متاع و خیر متاع الدنیا المراة الصالحة (مسلم شریف)

مفہوم یہ ہے کہ دنیا ساری کی ساری نفع اٹھانے کی چیز ہے اس میں بہترین متاع نیک عورت ہے۔ اور ایک روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار نعمتیں جس کو مل جائیں اسے سب کچھ مل گیا۔ پہلی نعمت: بدن صابر۔ دوسری نعمت: لسان ذاکر تیسری نعمت: قلب شاکر۔ اور چوتھی نعمت: نیک بیوی، صالحہ، عفیفہ، فرمانبردار، غمگسار حضرت مرحوم کو اللہ تعالی نے یہ چاروں نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔

حضرت استاذ مرحوم اپنے نکاح کا پیغام لیکر خود اپنے ہونے والے خسر سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر اور سابق رکن شوری دار العلوم دیوبند حضرت مولانا اسمعیل احمد صاحب ملا (موٹا) کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی صاحبزادی کا رشتہ اپنے لئے مانگا تو حضرت مولانا اسمعیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے حضور کریم ﷺ کے ارشاد مبارک:

اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض (ترمذی شریف)

کہ پیش نظر اپنی دختر نیک اختر کا نکاح حضرت مہتمم صاحب علیہ الرحمۃ سے طے کر دیا اور نکاح کا پیغام قبول کر لیا۔

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جب پیغام دے تمہیں وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ نکاح کرتے وقت طرفین یعنی لڑکے اورلڑکی خوداوران کے اولیاء حضور کریم ﷺ کے یہ دوارشادپیش نظر رکھے۔

نمبرایک۔ ’’تنکح المراة لاربع،، میں ’’ولدینها،، کواور ’’اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه الخ،، ’’کو‘‘اور ’’فزوجوه،، کاعمل انجام دیں گےتوانشاءاللہ العزیز آگے ’’فاظفر بذات الدین،، کامژدہ ایسے جوڑےاور جوڑوں کے حق میں ضرور پوراہوگا۔ حضرت مولانااسعداللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ کابڑاپیاراشعرہے، فرماتے ہیں ؎

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل
اس سے خوش ہوتی ہے آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

اورسیرت اگر بری ہوتوصورت کوکیاکریں

شاعرکہتاہے ؎

سیرت اگر بری ہوتو صورت کو کیا کریں
وہ آنکھوں پہ کیا چڑھے گا جودل سے اتر گیا

مجلس نمبر(۱۱)

سلسلہ تصوف میں ہمارے بزرگوں کاایک طریق جس کی طرف سے آج......

محترم سامعین! ہمارے بزرگوں کاایک طریق سلسلہ تصوف میں یہ بھی رہاہے کہ ان کے پیرومرشداورشیخ کے انتقال کے بعدوہ اپنے نفس پرتکیہ واعتماد کرکے بیٹھے نہیں رہے بلکہ اپنے شیخ کے کسی خلیفہ سے یاکسی اورشیخ سے تجدید بیعت کرلی (مگراب اس معاملہ میں بڑی کوتاہی اورسستی ہورہی ہےاورپائی جارہی ہےاوریہ کوتاہی اورسستی کیوں ہوتی ہے کیا

ہے اس کا سبب اور اس کی وجہ؟

تو اس کو ہم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنتے ہیں، فرمایا کہ اکابر کے دیکھنے اور ان سے متمتع ہونے والے ان کے وصال کے بعد انتہائی محرومیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ یہ کہ اکابر کے جانے کے بعد وہ بعد والوں کا مقابلہ جانے والوں سے کرتے ہیں، یہ بڑی غلطی کرتے ہیں، اور وہ اس کی وجہ سے بعد والوں کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

میں نے (یعنی حضرت شیخ نے) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ (یعنی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی) کے وصال کے بعد بعض اپنے اکابر کو حضرت کے بعض اپنے اجل خلفاء کی طرف رجوع کا مشورہ دیا مگر چونکہ ان کی نگاہوں میں حضرت قطب الارشاد سمائے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے رجوع نہ کیا جس کا مجھے بہت ہی افسوس ہے کہ وہ حضرات بہت ہی اونچے تھے۔

اسی طرح حضرت قطب الارشاد کے اجل خلفاء کے وصال کے بعد میں اپنے دوستوں کو ان کے خلفاء کی طرف متوجہ کرتا رہا، بہت سوں نے تو مانا اور بہت سوں نے نہ مانا۔

اب اس آخری دور میں مولانا یوسف صاحب (یعنی حضرت جی مولانا یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ حضرت جی ثانی) کے وصال کے بعد مجھ سے بعض لوگوں نے جب یہ شکایت کی کہ مولانا انعام الحسن صاحب ان میں وہ باتیں نہیں جو حضرت جی (مولانا یوسف صاحبؒ) میں تھیں۔

تو میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ حضرت جی میں وہ باتیں نہیں تھیں جو ان کے والد صاحب نور اللہ مرقدہ میں تھیں (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی حضرت جی اول) اور مولانا انعام الحسن صاحب کے بعد والوں میں یہ بھی نہیں دیکھو گے جو ان میں ہیں۔

اس لئے بہت ہی ضروری تنبیہ نصیحت اور وصیت ہے کہ میرے احباب بعد والوں کو اس نگاہ سے نہ دیکھا کریں جس نگاہ سے جانے والوں کو دیکھا بلکہ اس نگاہ سے دیکھیں کہ ان کے بعد ایسا بھی نہیں ملنے کا اور یہ بات اوپر ہی سے ہوتی چلی آ رہی ہے چنانچہ ظاہر بات ہے کہ سید الکونین ﷺ کی باتیں (اوصاف) بقیہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں بھی نہیں تھیں چہ جائیکہ صحابۂ کرام اور پھر اسی طرح صحابۂ کرام کی تمام خوبیاں حضرات تابعین میں نہ تھیں۔

غرضیکہ رہنے والوں میں جانے والوں کی عادات کو تلاش کرنا اپنے ہی اوپر ظلم کرنا ہے، بلکہ سید الکونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں پر کوئی سال نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے بعد والا سال اس سے بدتر ہوگا۔

میرے والد صاحب (یعنی حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلویؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ہر موجودہ سال کے دورۂ حدیث والے طلبہ پہلے سال سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور اپنا بھی (یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ) تجربہ یہی ہے اپنی ابتدائی مدرسی میں طلبہ کی دینی حالت، دین کی رغبت وشوق جتنا دیکھا اب اس کی ضد دیکھ رہا ہوں (ملفوظات شیخ ص ۵۸۔۵۹)

مگر استاذ مرحوم کا معاملہ بالکل اپنے شیخ اول یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی منشاء کے مطابق تھا۔

حضرت استاذ مرحوم نے سب سے اول اپنا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے قائم کیا تھا۔

حضرت شیخ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے قائم فرمایا۔

اور ان کے انتقال کے بعد محی السنۃ حضر مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمۃ سے تجدید بیعت کی۔

اور محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق

اضافہ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پاکستان میں ایک شہر ٹیکسلا ہے وہاں ہمارے ایک دوست تھے ہڈی چمڑا تھے، دبلے پتلے حکیم امیر احمد صاحب میرے خلیفہ بھی تھے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، پھر شاہ عبد الغنی پھولپوری سے بیعت ہوئے، پھر مجھ سے بیعت ہوئے، پھر میرے بیٹے مولانا محمد مظہر صاحب سے بیعت ہوگئے وہ کہتے تھے کہ میں چار پشت میں بیعت ہوگیا ہوں۔

* * *

مجلس نمبر (۱۲)

انکساری

محترم سامعین! حضرت مہتمم صاحب یعنی مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری نور اللہ مرقدہ کے اوصاف جمیلہ وحمیدہ میں سے ایک اہم وصف ”وصف عبدیت“، انکساری اور تواضع تھا۔

یہ سب تواضع کا اثر اور اس کا ثمرہ تھا

اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کی قربت کے لئے مٹانے کا اثر یہ ظاہر ہوا جس کی طرف صادق مصدوق ﷺ نے اشارہ کیا ہے کہ

من تواضع للہ رفعه الله

اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ ’’مدرسہ اسلامیہ رامپورہ سورت صوفی باغ کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔

راندیر چاند کمیٹی کے صدر اعلی منتخب کیئے گئے

سرزمین گجرات کی قدیم و مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک کے رکن شوری منتخب کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب دنیوی ثمرہ تھا۔

من تواضع لله رفعه الله کا

اور آخرت کے ثمرات کا تو پوچھنا ہی کیا

شاعر نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل
پیس گیا سرمہ تو آنکھوں میں جگہ پائی

جن لوگوں نے حضرت مہتمم صاحب کو قریب سے دیکھا ہے اور ان کے ساتھ جس کسی کو رہنے کا اتفاق ہوا ہوگا موقع ملا ہوگا وہ میری اس بات کی شہادت دے گا کہ حضرت مہتمم صاحب اپنے آپ کو مٹائے ہوئے تھے وہ بہت ساری اور بہت کچھ خوبیوں صلاحیتوں اور کمالات کے مالک ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور ہمیشہ اپنے آپ کو سب کے سامنے چھوٹا پیش کرتے تھے یہاں تک کے اپنے شاگردوں کے سامنے بھی میرا اپنا گمان اور خیال یہ ہے ہوسکتا ہے میری اس رائے اور خیال سے کسی کو اختلاف ہو سکے اور وہ میری رائے سے متفق نہ ہو مگر میرا دل یہ کہتا ہے کہ اگر کسی اجنبی آدمی کو حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے ملا دیا جائے (جاتا) اور آپ کا تعارف اس کو نہ کروایا جائے (جاتا) کہ یہ کون ہے تو وہ حضرت کے ظاہری حلیہ اور آپ کے لباس سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ شخص ’بسطة فی العلم و الجسم،، کا مصداق ہے۔

سادگی

آپ کا طرز زندگی بہت سادہ تھا اور ایسا ہی حال ہمارے بہت سے بزرگوں کا رہا ہے کہ ان کے ظاہری بود و باش سے کوئی پہچان ہی نہیں پاتا تھا کہ یہ اتنے بڑے درجہ کے شخص ہیں مثلاً ہم حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ (جو حضرت شیخ الہند کے لقب سے مشہور تھے) اسی طرح قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب علیہ الرحمۃ ان کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو ان کے حالات میں قاری کو یہی باتیں ملتی ہیں کہ ان کا طرز زندگی ظاہری بود و باش ان کا رہن سہن ان کا لباس بالکل سادہ اور معمولی قسم کا ہوتا تھا اور یہ ظاہر پرست دنیا ان کو ان کے اس طرز زندگی سے معمولی قسم کا آدمی خیال کرتی ہیں مگر جب علمی میدان میں ان بزرگوں کو دیکھتی تھی اور جب ان کے روحانی کمالات پر نظر پڑتی تھی اور ان کی یہ صفت نظروں کے سامنے آشکارا ہوتی تھیں تو وہ ان کی عظمت کو سلام پیش کئے بغیر نہیں رہ پاتے تھے۔

یہی حال حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا بھی تھا اور یہ بات سب سے پہلے مجھے اور اس کے بعد تمام سامعین کو یاد رکھنے کی ہے کہ تواضع، انکساری، اور عبدیت یہ ہمارے اکابر کا ''طرۂ امتیاز،، رہا ہے۔

ان سے ملنے کی یہی ہے ایک رہ کہ.........................

حضرت مہتمم صاحب کو اللہ تعالی نے جن کمالات سے نوازا تھا اس پر ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ساتھ میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالی نے انہیں کچھ کمالات اور خوبیوں سے نواز دیا تو وہ اس کو اپنی صلاحیت اور اپنا ذاتی کمال سمجھ کر اپنی اصلاح سے غافل ہو گئے اور نفس و شیطان نے انہیں یہ باور کرایا کہ اتنے سارے کمالات

اورخوبیوں کے موجود ہوتے ہوئے تیرا کسی کو اپنا بڑا بنانا کسی کو تیرا اپنے سے بڑا سمجھنا یہ تو بڑی حماقت ہے چنانچہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو نفس و شیطان کے اس دام میں آ کر تکبر اور خود رائی اور خود بینی کا شکار ہو گئے، اللہ تعالی سے صحیح تعلق قائم کرنے اور انسان کے اندر جو رذائل ہیں اس کو دور کرنے کے لئے تو کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دینا پڑتا ہے۔ شاعر کی زبانی ؎

ان سے ملنے کی یہی ہے ایک راہ
کہ ملنے والوں سے رہ پیدا کر

اور اکبر نے کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اور اقبال کی زبانی ؎

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا راستہ مشکل ضرور ہے مگر اللہ تعالی نے اس کو لذیذ بنانے کا نسخہ قرآن مجید میں نازل فرمادیا ہے اور وہ ہے:

کونو مع الصادقین

اللہ والوں یعنی اللہ تعالی سے ڈرنے والوں کے پاس رہو تو ان کی برکت سے اللہ تعالی کا راستہ صرف آسان نہیں ہوگا بلکہ مزیدار بھی ہو جائے گا۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

پھر ایک ہی سجدہ میں مزہ آجائے گا سبحان ربی الاعلی میں اللہ وہ مزہ دے گا جو مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ نے مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! کیا بتاؤں کہ جب سجدہ کرتا ہوں تو کیا مزہ آتا ہے؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ نے مجھے پیار کرلیا ہو۔ یہ سب بزرگوں کی صحبت کے نتیجہ میں عموماً ملا کرتا ہے۔

* * * * *

مجلس نمبر(۱۳)

استفادہ کے لئے ہیں چار شرطیں لازمی.............

محترم سامعین! حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے محبوب خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب علیہ الرحمۃ نے پیر اور مرید کے درمیان کیسا تعلق ہونا چاہئے اور اس میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اس کو منظوم کرکے بیان فرمایا ہے

فرماتے ہیں کہ ؎

استفادہ کے لئے ہیں چار شرطیں لازمی
اطلاع و اتباع و انقیاد و اعتماد
یہ مقفی قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تاعمر یاد
اطلاع و اتباع و انقیاد و اعتماد

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کی زندگی کو ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت ان چاروں باتوں کا جس کا خواجہ صاحب نے ذکر کیا ہے اہتمام کرتے تھے۔

سب سے پہلی چیز ہے شیخ کو اپنے حال کی اطلاع دینا اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مرید

خود مرشد کی خدمت میں پہنچے اس کے پاس حاضر ہو اور اپنے حال کی اطلاع دے اپنا حال شیخ کے سامنے ظاہر کرے اپنی روحانی بیماریوں کا شیخ کے سامنے تذکرہ کرے تاکہ شیخ اس کا علاج کرے چنانچہ حضرت مہتمم صاحب علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ میں کئی بار حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی کی خدمت میں راندیر سے ہردوئی حاضری دی اور وہاں اپنے معالج اور شیخ کے پاس ایک اچھا خاصا وقت گذارا۔

دوسرے نمبر پر ہے اتباع شیخ کہ شیخ جو باتیں بتائیں اور جو حکم دیں اس کے مطابق عمل کرے چنانچہ حضرت مہتمم صاحب اس پر بھی کھرے اترے اور اپنے شیخ کی ہر بات کو حرز جان بنایا۔

یہاں نورانی قاعدہ پڑھنے والا باقاعدہ نورانی بن جاتا تھا

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی کے یہاں ہر طالب کو چاہے وہ کسی مدرسہ کا شیخ الحدیث ہو یا کسی مدرسہ جامعہ یا دارالعلوم کا مہتمم ہو یا کوئی اور منصب پر وہ فائز ہو اسے نورانی قاعدہ پڑھنا پڑتا تھا (میں کہا کرتا ہوں کہ نورانی قاعدہ پڑھنے ہی سے حضرت ہردوئی طالبین کے قلب و روح کو آدھا نورانی بنا دیتے تھے کیونکہ شیخ الحدیث اور کسی بڑے ادارے کے مہتمم کے لئے اس منصب پر ہوتے ہوئے نورانی قاعدہ پڑھنا کوئی آسان بات اور آسان کام نہیں ہوتا، اس کے لئے نفس کو خوب مارنا پڑتا ہے نفس پر آرے چلانے پڑتے ہیں اور جب وہ ایسا کر گذرتا ہے تو سمجھو آدھا دل تو نورانی ویسے ہو گیا اور آگے ہے ”قاعدہ،، اب یہاں کے قواعد اور قاعدے کے مطابق وقت گذارے گا تو ”باقاعدہ نورانی،، ہو جائے گا اور اب اس کی ذات سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچائیں گے) چنانچہ حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے بھی ہردوئی کے قیام کے دوران وہاں کی ہر قیود و شرائط کو قبول کیا وہاں رہے اور وہاں کی شرائط کے مطابق ہر چیز کو انجام دیا۔

ہم دونوں اپنی اصلاح کی غرض سے.........................

تو حضرت مہتمم صاحب نے بھی وہاں نورانی قاعدہ پڑھا اور اتنا ہی نہیں میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اور حضرت مہتمم صاحب مرحوم ہردوئی میں حضرت والا ہردوئی کے یہاں ساتھ تھے اور حضرت مہتمم صاحب اور طالبین کی طرح زمین پر لیٹے ہوئے تھے وہ ساتھی نے حضرت مہتمم صاحب کو تکیہ پیش کیا کہ حضرت! میرا تکیہ آپ استعمال فرمالیں آپ کے پاس جو تکیہ ہے وہ آپ کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا اس پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ بھائی! ہم دونوں اپنی اصلاح کی غرض سے یہاں حاضر ہوئے ہیں لہذا تم تکلف سے کام نہ لو میں یہاں پر یہاں کے قواعد کے مطابق ہی رہوں گا۔

تو دیکھئے! اسے کہتے ہیں حقیقی طلب کہ یہاں حضرت مہتمم صاحب نے یہ نہیں سوچا کہ میں تو ایک بڑے ادارے کا مہتمم ہوں اور ساتھ میں مفتی بھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن اور عالم بھی ہوں، اور میرا تعلق اشرف اور علمی خاندان سے ہیں اور یہاں میرے شاگرد بھی موجود ہیں میں ان کے ہوتے ہوئے نورانی قاعدہ کیسے پڑھ سکتا ہوں اور زمین پر کیسے سوسکتا ہوں۔

نہیں، یہ سب کچھ خیال نہیں کیا، ایک دھن کے ساتھ اور ایک مقصد کے لئے آئے تھے اس کے حصول میں لگے رہے اور بالآخر اللہ تعالی نے حضرت محی السنۃ کا منظور نظر بنا دیا۔

کسی کہنے والے نے بالکل صحیح کہا ہے کہ تمنا درد دل کی ہو تو فقیروں کی خدمت میں رہنا پڑتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

مجلس نمبر(۱٤)

ان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للاخرۃ

محترم سامعین! اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کو جو دنیا میں بھیجا اسکی تخلیق کی وہ ایک خاص مقصد کے تحت کی ہے وہ مقصد کیا ہے خود قرآن کریم نے اس کو بیان فرمایا ہے فرمایا کہ ”وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون،، جن وانس کو اللہ تعالی نے اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے باقی جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ انسانوں کے لئے پیدا کیں وہ اس کی ضرورت کے لئے ہے وہ ضروریات زندگی ہے مقصد زندگی نہیں مقصد زندگی معرفت الہی اوراس کی عبادت ہے۔

اقبال نے کہا ہے ۔

جانور پیدا کر دیئے تیری وفا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لئے ہے اور تو خدا کے واسطے
نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے اور تو نہیں جہاں کے لئے

ایک دانا کے بڑے پیارے جملے

اور کسی دانا کے بڑے پیارے جملے ہیں، فرمایا کہ

انسان پتھر نہیں کہ پڑا رہے، اور درخت نہیں کہ کھڑا رہے، وہ اشرف المخلوقات ہے اسے چاہئے کہ اللہ تعالی کی عبادت میں لگا رہے۔

دنیا امتحان گاہ ہے آرام گاہ نہیں ہے

تو معلوم یہ ہوا کہ انسان کو اللہ تعالی نے اس دنیا میں ایک خاص مقصد کے تحت بھیجا ہے اور

یہ دنیا امتحان گاہ ہے آرام گاہ نہیں ہے اور یہ دنیا دارالعمل ہے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی ایک عمر لکھدی ہے اس میں وہ جو نیک اعمال کرے گا وہ اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے اور جو گناہ اور برائی کا کام کرے گا اس کا بھی اندراج ہوتا رہے گا اور یہ سلسلہ چلتا ہے موت تک اور جب انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے تو اس کا اکاؤنٹ بند ہوجاتا ہے، اب موت کے بعد وہ خود تو کوئی نیک عمل نہیں کرسکتا اور اپنے اکاؤنٹ میں نیکی کا اندراج نہیں کرواسکتا۔

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة..........

ہاں مگر کچھ خاص بندے اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے اکاؤنٹ میں نیکیاں درج ہوتی رہتی ہیں اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، فرمایا کہ:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة........

جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

نمبر ایک۔ الا من صدقة جارية صدقہ جاریہ

نمبر دو۔ او علم ينتفع به دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے

نمبر تین۔ او ولد صالح يدعوا له (مسلم) صالح اولاد جو اس کے لئے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے وہ ہوتے ہیں جن کے مقدر میں مذکورہ تین چیزوں میں سے کوئی ایک یا دو چیزیں مقدر ہوتی ہے اور اس طرح ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کو ثواب ملتا رہتا ہے اور ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

مگر کچھ خوش قسمت ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے حق میں مذکورہ تینوں باتیں اور تینوں چیزیں مقدر ہوتی ہیں یعنی الامن صدقة جارية۔ او علم ينتفع به۔ او ولد صالح يدعوا له۔

حضرت الاستاذ مولانا یعقوب اشرف صاحب نوراللہ مرقدہ کا شمار بھی انہیں خوش قسمت لوگوں میں سے تھا جن کے انتقال اور دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے اکاؤنٹ میں تینوں راستے سے انشاءاللہ نیکیوں کا اندراج ہوتا رہے گا۔

حدیث پاک میں پہلی چیز بیان فرمائی صدقۂ جاریہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے جب میں برطانیہ آرہا تھا تو مجھے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی کی چند کتابیں عنایت فرمائیں یہ کتابیں حضرت الاستاذ کے لئے یقیناً صدقۂ جاریہ ہیں۔

نمبر دو ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے اس کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے ''عیاں راچہ بیاں،،

نمبر تین۔ نیک اولاد جو اپنے مرحوم والد کے لئے دعاء خیر کریں، حضرت مہتمم صاحب کی نسبی اولاد تین ہیں ایک لڑکا اور دو لڑکی۔ صاحبزادہ ماشاءاللہ حافظ قرآن عالم دین اور مفتی ہیں۔ اور دونوں لڑکیاں ماشاءاللہ عالمہ ہیں اور یقیناً یہ سب اپنے والد مرحوم کے لئے ضرور بالضرور دعاء خیر کریں گے اور کرتے رہیں گے۔

اور رہی ان کی روحانی اولاد تو وہ تو بے شمار ہیں اور وہ بھی جہاں ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں وہیں وہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے لئے دعاء خیر بھی ضرور کرتے رہیں گے اور اس کا فائدہ بھی حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو ضرور ہوگا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ والد کو دعا کے ساتھ تنبیہ اور تحریص کے طور پر ذکر فرمایا کہ وہ دعا کرے ورنہ دعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد ہو یا نہ ہو۔

والد کو اولاد صالح کے عمل کا ثواب خود بخود پہنچتا رہتا ہے

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ والد کو اولاد صالح کے عمل کا ثواب خود بخود پہنچتا رہتا ہے چاہے وہ دعا کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص رفاہ عام کے لئے کوئی درخت لگا دے اور لوگ اس کا پھل کھاتے رہیں تو ان کھانے والوں کے کھانے کا ثواب اس کو ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ درخت لگانے والے کے لئے دعا کریں یا نہ کریں۔

لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں

اب میں اخیر میں حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے ایک ملفوظ پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں، حضرت جی فرمایا کرتے تھے اور مسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں مطلب یہ تھا کہ میوات کا خطہ جہاں لاکھوں آدمی ان کی کوشش سے نمازی بنے ہزاروں تہجد گذار بنے، ہزاروں حافظ قرآن بنے ان سب کا ثواب انشاء اللہ ان کو ملتا رہے گا۔

میں استاذ مرحوم کے لئے یہی بات کہوں گا کہ وہ بھی اپنے پیچھے آدمیوں کو چھوڑ کر نہیں بلکہ ملک چھوڑ کر گئے ہیں، اور آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد صرف ملک ہندوستان ہی میں نہیں دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے طور پر دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ کے دور اہتمام میں پڑھنے والے تعلیم حاصل کرنے والے فضلاء، حفاظ، قراء، اور مفتیان کرام بھی ہند اور بیرون ہند میں موجود ہیں اور دینی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ سب بھی یقیناً حضرت مہتمم صاحب مرحوم کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں، یہ ایسی سعادت اور خوش بختی ہے کہ جو ہر ایک کے مقدر میں نہیں ہوتی

اس کے لئے خدا تعالی چیدہ چیدہ اور چنندہ شخصیات کا ہی انتخاب کرتا ہے۔

فنا کے بعد بھی زندہ ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

* * * * *

مجلس نمبر(۱۵)

دو خاص عمل مرحوم کے لئے مغفرت کا......................

محترم سامعین! حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے انتقال پر اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع ہو اور اس پر نماز جنازہ پڑھے تو اللہ تعالی سے اس کی مغفرت کی قوی امید ہے۔

اسی طرح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان کے انتقال کے بعد اس کے حق میں لوگ اچھے کلمات کہیں اس کا ذکر خیر کے ساتھ کریں اس کی تعریف کریں تو اللہ تعالی سے اس کی بھی مغفرت کی قوی امید ہے۔

الحمدللہ! اللہ تعالی نے حضرت الاستاذ حضرت مہتمم صاحب مرحوم مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب کے حق میں یہ دونوں بشارتیں مقدر فرمائی کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے حضرت کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور تقریباً سبھی لوگ جو آپ کی شخصیت سے واقف تھے حضرت کا ذکر خیر ہی کر رہے ہیں، یہ عمل از روئے حدیث انشاء اللہ حضرت الاستاذ کے مرحوم و مغفور ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

امام ابن ماجہ نے ابن ماجہ میں کتاب الجنائز میں ایک باب قائم فرمایا ہے باب نمبر ۱۹ جس کا عنوان ہے

باب ماجاء فيمن صلى عليه جماعة من المسلمين

جس شخص پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے
اور اس کے تحت پھر انہوں نے جو روایت ذکر کی ہے وہ روایت یہ ہے

عن ابی هريرة عن النبی قال من صلی علیه مائة من المسلمین غفر له (حدیث نمبر ۱۴۸۸)

حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص پر سو مسلمان نماز پڑھیں تو اس کی مغفرت ہو جائے۔
اور حدیث نمبر ۱۴۸۹ ہے

عن کریب مولی عبد الله بن عباس قال هلک ابن لعبد الله بن عباس فقال لی یا کریب قم فانظر هل اجتمع لابنی احد فقلت نعم فقال ویحک کم تراهم اربعین قلت لا بل هم اکثر قال فاخرجوا بابنی فاشهد لسمعت رسول الله یقول ما من اربعین من مومن یشفعون لمومن الا شفعهم الله

کریب سے روایت ہے جو مولی تھا (غلام آزاد) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا مر گیا انہوں نے مجھ سے کہا اے کریب! کھڑا ہو اور دیکھ میرے بیٹے کے لئے کوئی لوگ آئے (نماز جنازہ کے لئے کتنے لوگ آئے ہیں) میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا افسوس تو کتنے سمجھتا ہے ان کو چالیس آدمی ہیں۔

میں نے کہا نہیں چالیس سے زیادہ ہیں، انہوں نے کہا تو میرے بیٹے کو نکالو (یعنی اس کا جنازہ نماز پڑھنے کے لئے نکالو) کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے چالیس (۴۰) مومن جب شفاعت کریں کسی مومن کی تو اللہ تعالی ان کی شفاعت کو قبول کرے گا۔

یہ اگلی حدیث کے خلاف نہیں کس لئے کہ چالیس کا عدد مغفرت کے لئے کافی ہے اب اگر سو ہوں گے تو اور زیادہ مغفرت کی امید ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے کتاب الجنائز میں باب نمبر بیس (۲۰) قائم فرمایا ہے جس کا عنوان ہے

باب ماجاء فی الثناء علی المیت

میت کی تعریف کرنی کیسی ہے

اس کے تحت انہوں نے روایت ذکر کی ہے جو حدیث نمبر ۱۴۹۱ ہے

عن انس بن مالک قال مر على النبى لجنازة فاثنى عليها خيرا فقال وجبت ثم مر عليه لجنازة فاثنى عليها شراً فقال وجبت فقيل يا رسول الله قلت لهذه وجبت ولهذه وجبت فقال شهادة القوم والمومنون شهود الله فى الارض

حضور ﷺ کے سامنے ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی (یعنی جنت) پھر ایک اور جنازہ نکلا لوگوں نے اس کی برائی کی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی (یعنی دوزخ) لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اس کے لئے بھی فرمایا واجب ہوگئی اور اس کے لئے بھی فرمایا واجب ہوگئی:

آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی شہادت اور مومنین اللہ تعالی کے شاہد ہیں زمین پر۔ اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ موت سے تمام دنیاوی عداوتیں اور دشمنیاں ختم ہوجاتی ہیں اور دشمن بھی اس وقت دشمن نہیں رہتا پس اب جو کوئی اس کی برائی کرے گا تو سبب اس کا دنیاوی عداوت نہ ہوگی بلکہ واقع میں اس کے اخلاق یا دین میں کوئی برائی ہوگی لیکن ایک دو برائی کا اعتبار بھی نہیں جیسے ایک دو کی تعریف کا بلکہ اکثر لوگوں کا اعتبار ہے اور اچھے آدمی کو تو اکثر کیا سبھی اچھا ہی کہتے ہیں۔

بہر حال مجھے یہ بتانا تھا کہ یہ دو کام کے نماز جنازہ میں چالیس یا سو آدمیوں کی شرکت اور اس پر مغفرت کی بشارت یہ بھی حضرت مہتمم صاحب کے حق میں پوری ہوئی کیونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔

اور انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کا ذکر بھلائی اور اچھائی ہی سے کیا اور اس عمل پر بھی از روئے حدیث ''وجبت،، جنت کی بشارت یہ بھی حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے لئے اللہ تعالی نے مقدر فرمائی۔

* * *

مجلس نمبر (١٦)

آپ کسی محسن کے احسان کو فراموش......................

محترم سامعین! حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''من لم یشکر الناس لم یشکر الله،،

حضرت مہتمم صاحب کے اندر ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کسی محسن کے احسان کو فراموش نہیں کرتے تھے اس کا میں ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مہتمم صاحب کا برطانیہ کا جو آخری سفر ہوا سن عیسوی ۲۰۱۵ میں تو سبھی جانتے ہیں کہ برطانیہ آنے کے لئے ''سپونسر لیٹرس،، کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مہتمم صاحب کے لئے اس سفر برطانیہ کے لئے سپونسر لیٹرس کا انتظام حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب میر مدظلہ نے کیا وہ اس طرح کہ انہوں نے اس کے لئے بات کی ہمارے علاقہ کے ایک صاحب سلیمان بن مولانا ابراہیم راوت (ملا) کو جو لندن کے علاقہ اسٹوک نیونگٹن کے باشندے ہیں، چنانچہ وہ تیار ہو گئے انہوں نے سپونسر لیٹرس بھیجے اور اس کی وساطت سے حضرت مہتمم صاحب برطانیہ تشریف لے آئے اور سیدھے اپنی بیٹی کے یہاں گلوسٹر پہنچے پھر جب حضرت الاستاذ کا لندن کا سفر طے پایا تو یہ سعادت بندہ کے حصہ میں آئی کہ حضرت کا قیام بندہ کے گھر بھی دو دن کے لئے رہا۔ اس میں حضرت الاستاذ نے کئی بار یہ پوچھا کہ سلیمان بھائی ترکی کے سفر سے واپس آ گئے یا نہیں؟

چونکہ حضرت جب لندن تشریف لائے تو اس وقت سلیمان بھائی ترکی کے سفر پر تھے اور حضرت کے بیان کا آخری پروگرام سفر لندن میں اپٹن لین کی مسجد مسجد قوۃ الاسلام میں تھا اور حضرت کو وہیں سے واپس گلوسٹر یا کسی اور جگہ کے سفر کے لئے نکلنا تھا مگر جب حضرت کو پتہ چلا کہ سلیمان بھائی ترکی سے چند گھنٹے پہلے ہی اپنے گھر پر آچکے ہیں تو حضرت مرحوم نے اپنے طے شدہ پروگرام میں سے باوجود تنگیٔ وقت کے کچھ وقت ان کی ملاقات کے لئے نکالا اور بیان کے بعد سلیمان بھائی کے گھر پر پہنچے ان سے ملاقات کی اور سپونسر لیٹرس بھیجنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

آپ کا تعلق جس جگہ اور جس آدمی سے ہو........................

حضرت استاذ مرحوم مولانا یعقوب اشرف صاحب کے اندر ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ جس جگہ سے اور جس آدمی یا جن آدمیوں سے تعلق قائم کرتے تھے اس کو حتی الامکان اور مقدور بھر نبھاتے اور باقی رکھنے کی کوشش فرماتے تھے۔ میں اس کی دو تین مثالیں پیش کرتا ہوں

(۱) حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کے دور اہتمام سے یہ سلسلہ جاری تھا کہ دار العلوم اشرفیہ کے اساتذۂ کرام نوساری شہر کے موٹھوار محلّہ میں وہاں جو مکتب چلتا تھا اس کا امتحان لینے کے لئے جاتے تھے، حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ نے بھی اپنے پورے دور اہتمام میں یہ سلسلہ باقی رکھا اور دار العلوم اشرفیہ کے اساتذۂ کرام ہر سال نوساری کے موٹھوار محلّہ میں جو مدرسہ جاری ہیں اس کا امتحان لینے کے لئے جاتے رہے اور کبھی کبھی حضرت مہتمم صاحب حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب خود بھی امتحان لینے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

* * *

مجلس نمبر (۱۷)

ہر مسلمان کی امیدوں کے دو خاص مرکز.......................

محترم سامعین! ہر مسلمان کی چاہے وہ غریب ہو یا امیر (مالدار) اور چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، دیہاتی ہو یا شہری، عالم ہو یا غیر عالم، نیک ہو یا دینی اعتبار سے اعمال میں کچھ کوتاہی کا مرتکب ہو ہر ایک کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے اور اس کے دل میں یہ جذبات مچل رہے ہوتے ہیں اور انگڑائیاں لے رہے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کا گھر یعنی بیت اللہ شریف دیکھے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد یعنی مسجد نبوی اور آپ کی آرامگاہ یعنی روضۂ رسول اللہ اور آپ کا شہر مدینہ شریف کی زیارت کرے۔

کسی فارسی شاعر نے کہا ہے ۔

بمکہ بینی از توحید نورے
بہ یثرب از حبیب اللہ ظہورے
گر ایں دو شہر ایماں را ندیدے
چہ دیدی گر دریں دنیا رسیدے

ترجمہ۔ تو مکہ مکرمہ میں اللہ تعالی کی توحید کا نور دیکھے گا
اور مدینہ منورہ میں اللہ کے حبیب کا ظہور دیکھے گا
اگر تو نے ایمان کے ان دو شہروں کو نہیں دیکھا
تو پھر تو نے دنیا میں آکر دیکھا ہی کیا ہے

اور کسی نے کہا ہے مسلمان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ

دیکھے تو بیت اللہ دیکھے، اور دیکھے تو روضۂ رسول اللہ دیکھے، اور دیکھے تو کتاب اللہ دیکھے، اور دیکھے تو حدیث رسول اللہ دیکھے، اور دیکھے تو سیرت اصحاب رسول اللہ دیکھے۔ بہر حال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہر مسلمان کی یہ دلی چاہت ہوتی ہے کہ وہ زیارت حرمین شریفین سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے، اور یہ خواہش کیوں نہ ہو جبکہ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے کئی بشارتیں سنائی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب

(۱) حضرت ابن مسعودؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج عمرہ کے ساتھ کرو اس لئے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مقبول کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں (مشکوۃ شریف ص ۲۲۲)

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه

(۲) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے محض اللہ تعالی کی رضا کے لئے حج کیا اور جماع اور اس کے تذکرہ اور گناہوں سے محفوظ رہا تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن گناہوں سے پاک تھا (بخاری شریف ج ا ص ۲۰۶)

اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج

(۳) حاجی کو حضور ﷺ کی ایک خاص دعا بھی مل جاتی ہے وہ یہ ہے فرمایا کہ:

اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج (مستدرک ج ا ص ۱۴۴)

اے اللہ! حج کرنے والوں کی مغفرت فرمادے اور ان لوگوں کی مغفرت فرما جن کے لئے حجاج دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حاجی اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہے

(۴) اور یہ کہ حاجی اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالی سے دعا مانگیں تو وہ قبول فرمائے گا اور گناہوں سے بخشش طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت

کرے گا (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۶۷)

اللہ تبارک وتعالی نے یہ سعادت بھی حضرت استاذ مرحوم کے لئے مقدر فرمائی اور آپ ماشاءاللہ حج بیت اللہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے

حج بیت اللہ کی زیارت کرنا یہ انسان کے بس کا کام نہیں ہے

کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

تو واقعی حج بیت اللہ کی زیارت کرنا یہ انسان کے بس کا کام نہیں ہے، نہ اس کا تعلق صرف مال سے ہے چونکہ بہت سے مالدار ایسے بھی ہیں اور ہوئے ہیں کہ ان کے پاس خوب وسائل اور بڑا مال و دولت تھا اور ہے مگر وہ حج بیت اللہ سے محروم رہیں اور محروم ہیں اور بڑے بڑے سلاطین و بادشاہ بھی توفیق ایزدی شامل حال نہ ہوئی تو وہ بھی حج بیت اللہ سے محروم رہیں، کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جتنے بھی سلاطین مغلیہ ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی خود حج نہیں کر پایا اور حج نہ کر سکا (وجوہات جو بھی رہی ہو) یہاں میں ایک محاورہ اس میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ استعمال کرنا چاہوں گا ویسے اس کا ستعمال عموماً کسی اور جگہ اور اور موقع کے لئے کیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے اس کو میں صحیح جگہ شاید استعمال کر رہا ہوں کہ:

یہاں وآتے ہیں جن کو خدا تعالی بلاتے ہیں

تو واقعی حج بیت اللہ کے لئے وہی آتا ہے جسے اللہ تعالی کی طرف سے بلاوا پہنچتا ہے، کسی نے صحیح کہا ہے ؎

ہم کیا ہے جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

مجلس نمبر(۱۷)

مزاج یعقوبی

محترم سامعین! حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا مزاج استاذ و اساتذہ کو دار العلوم اشرفیہ کی تدریس سے بلا وجہ اور معمولی معمولی باتوں پر الگ اور فارغ کرنے کا نہیں تھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر جو استاذ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے دار العلوم اشرفیہ کی تدریس سے الگ ہوئے انہیں بھی دار العلوم سے الگ ہوتے وقت خود سے یہ کہا کہ اگر دوبارہ تدریس کا مشغلہ شروع کرنا چاہو تو دار العلوم اشرفیہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں تم یہاں آسکتے ہو اور تدریس شروع کر سکتے ہو۔

میں اسکی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

(۱) دار العلوم اشرفیہ میں درجۂ تجوید کے ایک استاذ تھے (جن سے میں نے بھی پڑھا ہے وہ میرے بھی استاذ ہوتے ہیں) قاری یونس صاحب پانولوی دامت برکاتہم العالیہ انہوں نے ماشاء اللہ ایک لمبا عرصہ دار العلوم اشرفیہ میں تدریس میں گذارا ہے وہ جب بوجوہ دار العلوم اشرفیہ سے الگ ہورہے تھے تو اس وقت حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے ان سے فرمایا کہ اگر واپس (دوبارہ) تدریس کا آپ کا جی کرے تو آپ جب چاہے تب واپس دار العلوم اشرفیہ میں آکر تدریس شروع کر سکتے ہو آپ کے لئے دار العلوم اشرفیہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

(۲) حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے ہم سبق رہے حضرت مولانا عباس صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے سند فضیلت مل گئی تو حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے دار العلوم اشرفیہ میں عربی درجات پڑھانے کے لئے میرا تقرر کرلیا اور میں نے سات سال تک دار العلوم اشرفیہ میں پڑھایا سات سال کی تدریس کے بعد اللہ تعالی نے میرے لئے جنوبی افریقہ آنا مقدر فرمایا مولانا یعقوب صاحب نے مجھے بہت انبساط اور بشاشت کے

ساتھ دار العلوم سے رخصت کی اجازت دی اور اجازت دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی وجہ سے اگر اس ملک میں آپ کی طبیعت نہ لگی تو میں آپ کو ایک سال کی رخصت دیتا ہوں اور اگر ایک سال کے بعد بھی آپ یہاں آنا چاہے تو دار العلوم اشرفیہ کا دروازہ آپ کے لئے کھلا ہوا ہے حضرت مولانا عباس صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں نایاب نہیں تو یقیناً کمیاب ہے کہ اپنے ایک ساتھی کو مدرسہ سے ایک سال کی رخصت دینا اور ایک سال کی چھٹی دے کر روانہ کرنا یہ ان کی نوجوانی کا زمانہ تھا پھر بھی یہ ان کی وسعت ظرفی تھی اور کشادہ دلی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

اور حضرت مہتمم صاحب نے ایسا کیا بھی کہ جو استاذ کسی معقول وجہ سے دار العلوم اشرفیہ کی تدریس سے الگ ہو گئے اور پھر واپس انہوں نے دار العلوم اشرفیہ میں بطور مدرس آنے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے ان کو دوبارہ تدریس کے لئے رکھ لیا اور ابھی فی الحال دار العلوم اشرفیہ کے اساتذہ کا جو عملہ اور اسٹاف ہے اس میں دو استاذ ایسے ہیں جو دار العلوم اشرفیہ کی تدریس سے الگ ہو گئے تھے ان میں سے ایک بیرون ملک چلے گئے تھے اور وہاں سے واپس آکر انہوں نے پھر دوبارہ اشرفیہ میں اپنی دینی خدمت انجام دینا چاہی تو حضرت مہتمم صاحب نے بخوشی ان کو رکھ لیا اور آج الحمدللہ وہ وہاں پر تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

* * *

مجلس نمبر (۱۹)

ایک مرتبہ جو یہاں آ گیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا

محترم سامعین! پیچھے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ ستاذ و اساتذہ کو دار العلوم اشرفیہ کی تدریس سے بلا وجہ اور معمولی معمولی باتوں پر الگ اور فارغ کرنے کا نہیں تھا، بلکہ دار العلوم اشرفیہ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اس ادارے میں جو بھی مدرس بن کر آیا پھر وہ

یہیں کا ہوکر رہ گیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے چلا گیا میں اسکی چند مثالیں پیش کرتا ہوں ۔

(۱) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری رحمہ اللہ یہ وہ شخصیت ہے کہ دارالعلوم اشرفیہ کی تاریخ میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے درجۂ علیت کا پورا نصاب اور پورا کورس شروع سے لیکر اخیر تک دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھا اور پھر فراغت کے بعد تدریسی خدمت بھی اسی ادارے میں اپنی مادر علمی میں شروع کی اور مرتے دم تک اپنی مادر علمی سے وابستہ رہے حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے بھی حضرت مرحوم سے پڑھا تھا۔

(۲) دارالعلوم اشرفیہ کے سابق شیخ الحدیث برکۃ العصر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہ اللہ جو کہ شیخ اجمیری کے لقب سے مشہور تھے وہ اشرفیہ میں بطور مدرس تشریف لائے اور پھر تا حیات اشرفیہ ہی میں مدرس رہے اور حضرت کا انتقال جب ہوا اس وقت بھی آپ دارالعلوم اشرفیہ کے مدرس تھے اور اب حضرت راندیر کے مشہور قبرستان گورغریباں میں آرام فرما رہے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا حکیم ابو الشفاء رحمہ اللہ آپ بھی دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس بن کر تشریف لائے اور پوری زندگی دارالعلوم اشرفیہ میں درس وتدریس میں گذار دی۔

قاضی ماما مرحوم کا ایک نرالا ملفوظ

(۴) حضرت مولانا سید محی الدین رحمہ اللہ جو کہ قاضی ماما کے لقب سے مشہور تھے آپ نے بھی اپنا درس وتدریس کا تعلق تا حیات دارالعلوم اشرفیہ سے قائم رکھا (یہ ائمۂ ثلاثہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے استاذوں میں سے تھے) بندہ نے بھی آخر الذکر یعنی قاضی ماما مرحوم سے علم الصیغہ پڑھی تھی حضرت مرحوم بڑی رنج مرنجاں طبیعت کے مالک تھے طبیعت میں ظرافت تھی اور آپ دارالعلوم اشرفیہ کے اساتذہ اور طلباء سے خوب ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے حضرت مرحوم سے سنا ہوا ایک ملفوظ بھی ذکر کرتا چلتا ہوں فرمایا کہ طلباء جب دورۂ حدیث شریف پورا کرتے ہیں اور ان کو اس موقع پر سند فضیلت دی جاتی

ہے اور اس وقت سر پر پگڑی باندھی جاتی ہے دستار فضیلت پہنائی جاتی ہے (طلباء کو اساتذہ پگڑی باندھتے ہیں دستار پہناتے ہیں) اور اس کے لئے پگڑی کو دو مرتبہ سر پر گھمایا جاتا ہے اور تیسری مرتبہ میں یہ عمل مکمل ہو جاتا ہے اس کا فلسفہ یہ ہے کہ اساتذہ طلباء سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ:

دنیا گولم گول ہے یہ پہلا راؤنڈ مکمل ہوا
اندر سے پولم پول ہے یہ دوسرا راؤنڈ مکمل ہوا

جااب دنیا میں جاکر جھک مار اور اس پر تیسرا اور آخری راؤنڈ مکمل ہو جاتا ہے۔

بڑی مسجد کے بڑے امام کا بڑا کارنامہ

(۵) حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمہ اللہ جن سے احقر کو بھی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی (آپ راندیر کی مشہور مسجد مسجد ہجیرا کے امام وخطیب بھی تھے اور آپ نے تاحیات اس منصب کو زینت بخشی اور رد بدعت پر حکمت ومصلحت کے ساتھ خوب کام کیا اور آپ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی نیک سیرت ونیک صورت اور آپ کے موعظت حسنہ کی وجہ سے خصوصاً مسجد ہجیرا کے اطراف میں رہنے والے لوگوں کی زندگی میں اور عموماً پورے راندیر والوں نے خوب استفادہ کیا اور آپ کے بیانات سے متاثر ہوکر کئی رسم و رواج اور بدعات کے کاموں سے توبہ کی اور راہ راست پر گامزن ہوگئے) آپ نے بھی جب سے آپ دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس بن کر آئے وہاں سے لے کر انتقال فرمانے تک اپنا تعلق دارالعلوم اشرفیہ سے قائم رکھا اور اب راندیر کے مشہور قبرستان گورغریباں میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری حضرت شیخ اجمیری اور حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمھم اللہ کے قریب محو آرام ہیں۔

یہ تو چندان بزرگوں اور دارالعلوم اشرفیہ کے اساتذۂ کرام کا تذکرہ ہوا جو درجۂ عالمیت کے اساتذہ تھے۔

آئندہ مجلس میں انشاء اللہ العزیز چندان اساتذۂ کرام کا تذکرہ کروں گا جو درجۂ حفظ کے استاذ تھے اور انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی دار العلوم اشرفیہ میں خدمت قرآن میں گذار دی اور اب وہیں راندیر میں مدفون ہیں۔

* * *

مجلس نمبر (۲۰)

یک گیر در محکم گیر کی چند مثالیں

(۱) حافظ موسی سلیمان قاضی صاحب آنکروڈیؒ آپ بھی دار العلوم اشرفیہ میں جب سے استاذ حفظ بن کر تشریف لائے وہاں سے لیکر جب تک وہ اس حالت میں تھے کہ مدرسہ میں آکر بچوں کو پڑھا سکے وہ پڑھانے کے لئے آتے رہیں۔

(۲) حافظ علی اسماعیل پٹیل صاحب خانپوریؒ یہ بھی درجۂ حفظ کے استاذ تھے اور جب سے وہ اشرفیہ میں مدرس بن کر آئے وہاں سے لیکر اپنی وفات تک ان کا بھی دار العلوم اشرفیہ سے خدمت قرآن کریم تعلق قائم رہا۔

(۳) حضرت مولانا حافظ یعقوب آدم پانچ بھایا صاحبؒ جو کہ حافظ گڑیالی کے لقب سے مشہور تھے آپ گجرات کے ایک گاؤں لوہارا کے رہنے والے تھے ان کا تو ابھی ماضی قریب ہی میں انتقال ہوا ہے اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے وہ بھی دار العلوم اشرفیہ میں جب سے مدرس بن کر آئے وہاں سے لے کر اپنی وفات تک دار العلوم اشرفیہ میں بچوں کو درجۂ حفظ پڑھاتے رہیں۔

(۴) حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب پانچ بھایاؒ جو کے سلوڈی کے باشندے تھے وہ بھی دار العلوم اشرفیہ میں جب سے مدرس بن کر آئے وہاں سے لے کر اپنی وفات تک دار العلوم اشرفیہ میں بچوں کو درجۂ حفظ پڑھاتے رہیں۔

اللہ تعالی ان تمام مرحومین کی جن کا ذکر کیا گیا بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی و بالا مقام نصیب فرمائیں اور ان کی خدمت دین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ آمین

* * *

مجلس نمبر(۲۱)

حضرت مہتمم صاحبؒ طلباء پر بہت شفقت فرماتے تھے

محترم سامعین! حضرت استاذ مرحوم دار العلوم اشرفیہ کے مہتمم تھے اور طلباء پر بہت مہربان تھے اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ چیز استاذ مرحوم کو اپنے شیخ اول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے ورثہ میں ملی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا ذکر آیا ہے تو دو تین باتیں حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم کے سلسلہ میں جانتے چلتے ہیں۔

حضرت شیخ کی نسبت بہت جلد منتقل ہوتی ہے

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کی نسبت بہت جلد منتقل ہوتی ہے۔

حضرت شیخ وہ ہیں جن کی مقبولیت پہلے اتر گئی............

پھر فرمایا کہ بعض بزرگ ہوتے ہیں جن کی مقبولیت مرنے سے پہلے نمایاں ہوجاتی ہے اور بعض بزرگ کی مقبولیت مرنے کے بعد اترتی ہے ایسے لوگوں کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ بہت کم ہوتا ہے جن کی مقبولیت کا پتہ ان کے مرنے کے بعد چلے، لیکن ایک بزرگ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ وہ ہیں جن کی مقبولیت پہلے اتر گئی اور جن کو زندگی میں مقبولیت حاصل ہوتی ہے ان سے استفادہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور مقبولیت کا اترنا یہ ایک آیت کی طرف اشارہ ہے ”ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن

ودا،، اور حدیث شریف میں ہے کہ محبت اللہ تعالی کی طرف سے چلتی ہے اور چلتے چلتے چلتی ہوئی ’’فیوضع القبول فی الارض ،، پھر محبت رکھدی جاتی ہے زمین میں اور حضرت شیخ وہ ہیں کہ جن کے لئے خدا تعالی نے محبت دیدی دنیا میں۔

حضرت شیخ امام وقت ہیں

اور حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ (حضرت جی اول) فرماتے تھے کہ حضرت رائے پوری امام فن ہیں، اور حضرت شیخ یعنی مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ امام وقت ہیں، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کی شخصیت ایسی تھی کہ حضرت کے بڑے بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کو بہت عزت دیتے تھے۔

شیخ ہمارے امیر ہیں

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ ایک کار میں سوار ہو رہے تھے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بھی ساتھ تھے دونوں بزرگوں کا اصرار تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب کو کہ پہلے آپ سوار ہوں پھر دونوں حضرات کی زبان سے بیک دم یہ نکلا کہ شیخ ہمارے امیر ہیں۔

ایں ہمہ خانہ آفتاب است

اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کا خاندان وہ خاندان ہے کہ جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ’’ایں ہمہ خانہ آفتاب است،، حضرت مولانا ابرار احمد ساحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قرآن کریم میں ساتویں پارہ میں ایک مقام پر اللہ تعالی فرماتے ہیں ’’وزکریا ویحی وعیسی والیاس، کل من الصالحین ،، اور حضرت شیخ کے خاندان میں حضرت کا نام ’’زکریا،، والد صاحب کا نام ’’یحی،، اور چچا کا نام ’’الیاس،، اور ایک اور صاحب تھے ’’عیسی ،، اور ماشاء اللہ سارے کے سارے ’’کل من الصالحین،، تھے۔

تو ہمارے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا تعلق ایسی عظیم شخصیت سے تھا۔

مہمان رسول کا اکرام

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ملفوظات جو بنام ''ملفوظات شیخ،، چھپے ہیں اس میں موجود ہے حضرت فرماتے ہیں کہ ناکارہ کا تعلق طلبہ کے ساتھ یہ تھا کہ جو بھی نیا طالب علم مدرسہ میں شروع سال میں آتا اس کا داخلہ ہو جانے تک وہ میرا مہمان رہتا تھا (ملفوظات شیخ ص ۱۰۲۔۱۰۳)

طلباء چاہتے تھے کہ شیخ ہمیں سزا دیں تا کہ.............

اور فرمایا کہ میں طلبہ کو سزا کے طور پر کبھی کبھی مار بھی دیا کرتا تھا (ویسا ہی حال حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا بھی تھا) لیکن بعد میں اس کی تلافی اور دلداری میں کسی کو چار آنے اور کسی کو آٹھ آنے حسب موقعہ دیا کرتا تھا بہت سے طلبہ تو اس انتظار میں رہتے کہ شیخ سزا دیں تو ہمیں پیسے ملیں جس سے ہفتہ عشرہ کا خرچ چل جائے۔ (حوالہ بالا ص ۲۰)

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم جو کہ طلباء پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے اور طلبہ کی بہت دلداری اور دلجوئی فرماتے تھے اور یہ چیز استاذ مرحوم کو اپنے شیخ اول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے ورثہ میں ملی تھی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

مجلس نمبر (۲۲)

کوشش کرنے والا مقصود کو پا ہی لیتا ہے

محترم سامعین! حضرت مہتمم صاحب مرحوم حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے دامن سے وابستہ ہونے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کی فکر لئے ہوئے تھے اور اس کے لئے کوشاں تھے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

چنانچہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے بہت تھوڑے عرصہ میں حضرت کو اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت مہتمم صاحب کو اجازت ملنے پر بعضوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب اب پہلے جیسے سخت نہیں رہے بہت جلد بعض لوگوں اجازت بیعت اور خلافت مرحمت فرمادی اوراس کے بعد دوتین باتیں مزید کہیں جس کو میں یہاں لکھنا نہیں چاہتا۔

مجھے تو اصل میں اس سلسلہ میں اپنے بزرگوں کی تحریراور تقریر سے تین چار ضروری باتیں عرض کرنی ہیں۔

راہ خدا از دوقدم دور نیست

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے فرمایا کہ سلوک جو ہے بہت ہی آسان ہے ”راہ خدا از دوقدم دور نیست،، اللہ کی قسم یہ تصوف کا راستہ دوقدم پر ہے ایک قدم نفس پر دوسرا مقام (منزل مقصود) پراور خاص کر مولویوں کے لئے زیادہ آسان ہے، مجاہدہ ان کو کرنا نہیں، تعلیم کا زمانہ ان کا سارا مجاہدہ ہی میں گذرتا ہے، اور زبان پر تو قال اللہ قال الرسول ہمیشہ رہے دوسرے لوگوں کو بہت مجاہدہ کرنا پڑے اتنا مولویوں کو نہیں کرنا پڑتا ان کے لئے تو سلوک کی لائن بہت ہی آسان ہے۔

میرے پیارو! تکبر نکالدو مقام پر پہنچ جاؤ گے

لیکن ان کے اندر کا بس ایک ہی بگاڑ اور روگ ایسا ہے کہ ”سو سنار کی ایک لوہار،، کی وہ ہے ”تکبر،، میرے پیارو بس یہ نکالدو مقام پر پہنچ جاؤ گے، آج کل لکھنے کا تو بہت رواج ہوگیا ہے اپنے آپ کو کیا لکھتے ہیں ”حقیر،، فقیر،، ناکارہ،، تواضع کے الفاظ تو بہت لکھتے ہیں بس دل میں پیدا ہوجائے تو بیڑا پار ہے اور یہ بڑوں کا کہنا ہے ان کی تاکید ہے ضرور کامیاب ہوگے، انشاء اللہ، میرا بھی تجربہ ہے اور خوب ہے۔

تکبر اندرونی اور روحانی بیماری ہے مگر اس کو............

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو دیکھنے والے اور ان کے ساتھ رہنے والے میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ حضرت مہتمم صاحب کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل و کرم اور بزرگوں سے تعلق ان سے محبت اور ان کی نگرانی میں رہنے کے نتیجہ میں اس روحانی مرض سے شفا بخشی تھی۔

ویسے تو یہ تکبر اندرونی اور روحانی بیماری ہے مگر اس کو آدمی کے حال، چال، رہن سہن، معاشرت و معاملات اور اقوال و افعال سے پرکھا جا سکتا ہے اس لحاظ سے ہم مہتمم صاحب مرحوم کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کے اندر رقت، رافت، رحمت، نرمی، عاجزی انکساری تواضع اور بندگی رکھی تھی۔

اتباع سنت اور بندگی و شرمندگی کے سوا قرب خداوندی کا راستہ.........

اور سید احمد رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی کی کاوشوں اور کوششوں کے بعد میں اس نکتہ پر پہنچا ہوں کہ اتباع سنت اور بندگی و شرمندگی کے سوا قرب خداوندی کا راستہ کسی اور چیز سے طے نہیں ہوتا ہے (آئینہ سلوک ص ۲۰۸)

فیض کی مثال پانی کی طرح ہے

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فیض کی مثال پانی کی طرح ہے اور پانی اپنی فطرت سے نیچے چلتا ہے از خود اوپر نہیں جائے گا پانی اپنی فطرت سے پستی کی طرف چلتا ہے اب جس کو پانی سے فائدہ اٹھانا ہے اس کو اس کے آگے جھکنا پڑے گا تو اس سے فائدہ پہنچے گا اسی طرح استاذ اور شیخ کا حال ہے کہ ان کے سامنے آدمی کو جھکنا پڑے گا تو ان سے فائدہ ہوگا ویسے اصل فیض پہنچانے والے تو اللہ تعالی ہیں وہ تو بہانہ بن گیا منبع فیاض تو اللہ تعالی ہیں مگر یہ ایک بہانہ ہے اس کے لئے اور شیخ سے عقیدت ہوگی تو فائدہ ہوگا۔

حضرت مہتمم صاحب ؒ کو حضرت محی السنۃ سے خوب عقیدت تھی

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو حضرت محی السنۃ سے خوب عقیدت تھی اور حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے اپنے آپ کو حضرت محی السنۃ کے سامنے ''مردہ بدست زندہ،، اور ''القلم بید الکاتب،، کا مصداق بنا دیا تھا اور پھر اسکی برکات کا ظہور بھی ہوا۔

راہ سلوک میں اصل وظائف نہیں بلکہ تہذیب اخلاق ......

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں اصل وظائف نہیں بلکہ تہذیب اخلاق سے پہلے آدمیت آجائے تو بہت جلد ''وصول،، ہوجاتا ہے جب تک آدمی رگڑے نہ کھائے آدمی نہیں بنتا اور رگڑے لگتے ہیں شیخ کی خدمت میں رہ کر اسکی خدمت اور اس کے کام دھندے کرنے میں کیونکہ کام دھندا کرنے اٹھنے بیٹھنے میں اسکی غلطیاں سامنے آتی ہیں پھر ان پر تنبیہ کی جاتی ہے، نہ یہاں برکت ہے نہ علم غیب، یہاں تو حرکت کی ضرورت ہے۔

شیخ سے مناسبت پیدا کرنی پڑتی ہے تب جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے (معارف مفتی اعظم ص ۲۴۹ بتغیر)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو باتیں بیان فرمائیں کہ جس سے جلد ''وصول،، ہوجاتا ہے تو الحمد للہ حضرت استاذ مرحوم نے وہ سب کام اور اعمال کئے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی فضل ہوا اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے حضرت استاذ مرحوم کو ''اجازت وخلافت،، سے سرفراز فرمایا۔

بزرگوں کے دامن سے وابستگی

حضرت استاذ مرحوم حضرت محی السنۃ کے دامن سے وابستہ ہونے سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب ؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر چکے تھے اور ہر دو حضرات کی صحبت و خدمت میں رہنے کی وجہ سے دل کی زمین نرم ہو چکی تھی۔

دل کی زمین نرم ہوچکی تھی لہذا ....

اور مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ پتھر سخت ہے اور زمین نرم ہے اپنے کو مٹائے ہوئے ہے تو آسمان سے جب بارش ہوتی ہے تو زمین پر پھول کھلتے ہیں پتھر پر نہیں کھلتے تو حضرت مہتمم صاحب کی دل کی زمین تیار ہوچکی تھی اب اس کو صرف پانی دینے کی ضرورت تھی وہ حضرت والا ہردوئی کے پاس رہنے اور ان کی خدمت سے مل گیا۔

اور حدیث نبوی میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ دل کی زمین تیار ہوجائے اور دل کی زمین تیار ہوچکی ہو تو پھر مقصود بہت جلد حاصل ہوجاتا ہے حدیث شریف میں ہے

”ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا و ھی القلب،،

اور حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ سے کسب فیض کے بارے میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ شیخ کی مثال نل جیسی ہے جتنا نل چلاؤ گے اتنا ہی پانی نکلے گا گو نل بذات خود کچھ نہیں لیکن پانی تو اسی کے ذریعہ ملے گا اور کھینچنے سے ملے گا بغیر اس کے نہیں (ملفوظات شیخ ص۱۰۰۔۱۰۱)

مدار فضل خداوندی پر ہے

اور کسی کا یہ کہنا کہ فلاں کو اجازت کیوں مل گئی تو اس کے جواب کے لئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا ایک اور ملفوظ ہے فرمایا کہ بس مدار فضل خداوندی پر ہے، بعض لوگ بہت جلد کامیاب ہوجاتے ہیں اور بعضوں کو عرصہ گذر جاتا ہے مجاہدات کرتے کرتے لیکن پھر بھی مرشد کی طرف سے اجازت نہیں ملتی، بعض لوگوں کے لئے یہ بات ناگوار بھی گذرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میرے پیارو! اندرون کی صفات پر اللہ تعالی عطا فرماتے ہیں (حوالہ بالا ص۱۰۹)

اضافہ

طلب صادق ہے تو خود طلب کر لئے جائیں گے ....

اگر مرید کی طلب صادق ہو پیاس سچی ہو تو اللہ والوں کا دل خود مرید کی طرف مائل ہوتا ہے شاعر کہتا ہے ؎

اگر ہیں آپ صادق اپنے اقرار محبت میں
طلب خود کر لئے جائیں گے دربار محبت میں

ایک اشکال کا جواب

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مرحوم فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ شیخ کے پاس آتے ہیں اور مختصر سی مدت میں خلیفہ ہو گئے پہلے ہی سے وہ جلے بھنے ہوتے ہیں جیسے خشک لکڑی جو ہوتی ہے وہ بہت جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی شوں شاں کرتی رہتی ہے جلتی نہیں بعضے لوگ خشک لکڑی کی طرح ہوتے ہیں لہذا ان کا کام بہت جلدی بن جاتا ہے اور بعض گیلی لکڑی کی طرح ہوتے ہیں ان کو جلاتے رہو لیکن جل کے نہیں دیتے۔

اس لئے شیخ پر اعتراض مت کرو کہ سب کو خلافت دیتا ہے اور ہم کو نہیں دیتا۔

طلبِ خلافت خود گمراہی ہے

اول تو طلبِ خلافت خود گمراہی ہے۔ جلال الدین رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلافت طلب کرنا شہوت کی ایک قسم ہے۔ اللہ سے اللہ ہی کو چاہو خدا تعالی سے غیر خدا کو مت مانگو، خلافت بھی غیر خدا ہے۔

* * *

مجلس نمبر(۲۳)

دارالعلوم اشرفیہ کی سنگ بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق...........

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ کی سنگ بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ مہاجر مکی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے ایماء ومشورے سے ہمارے جد امجد حضرت الحاج اسماعیل محمد اشرف صاحب راندیریؒ نے حضرت مولانا برکت اللہ صاحب سورتیؒ کے دست مبارک سے ۱۲۸۶ ہجری میں رکھوائی۔

دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے پہلے مدرس...........

اور مدرسہ کے سب سے پہلے مدرس حضرت مولانا برکت اللہ صاحب سورتیؒ تلمیذ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ اور مولانا محمد عیسی صاحب گودھرویؒ شاگرد رشید مولانا مفتی صدرالدینؒ یہ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد دن بدن یہ ادارہ الحمدللہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور خداوند قدوس نے

یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر

فرمایا کہ: میں اپنے دور اہتمام کے ابتدائی سالوں میں اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور رات کو سویا تو خواب میں دادا جان (حضرت مولانا اشرف صاحب راندیریؒ) تشریف لائے اور فرمایا کہ یعقوب پیسوں کی فکر مت کر اور یہ کہکر مجھے پیسوں کا تھیلہ دیا (بیگ دی) اور فرمایا اس میں سے خرچ کر حضرت مہتمم صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے آج تک الحمدللہ کبھی بھی میں نے پیسوں کے بارے میں سوچا نہیں (یعنی اس سلسلہ میں پریشانی نہیں ہوئی) اور مدرسہ اللہ تعالی اپنے فضل سے چلا رہا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ کو چندے کی ضرورت کیوں پڑی؟

فرمایا کہ: ۱۹۶۳۔۱۹۶۴ عیسوی میں برما میں برما کے مسلمانوں پر بڑے سخت حالات

آئے اس وقت وہاں راندیر، بربودن، ہتھوڑا، وریاو وغیرہ کے لوگ موجود تھے اور حالات یہ ہوگئے کہ بڑے بڑے مالدار یہ غریب ہوگئے اور کتنوں کو قید خانہ میں بند کر دیا اور کتنے لوگ قید خانہ ہی میں اللہ تعالی کو پیارے ہوگئے اور مسلمانوں کی ملکیت پر حکومت نے قبضہ کرلیا ورنہ دارالعلوم اشرفیہ کی بھی وہاں پر بہت ملکیت تھی اور وہیں سے دارالعلوم اشرفیہ کے خرچ کے لئے (اخراجات سے نمٹنے کے لئے) رقم آتی تھی اور اسی سے دارالعلوم اشرفیہ کے اخراجات پورے ہوجاتے تھے اور چندہ بھی کرنا نہیں پڑتا تھا لیکن اس ناخوشگوار حالات کے بعد مدرسہ کے اخراجات سے نمٹنے اور اس کو پورا کرنے کے لئے چندہ کا سلسلہ شروع کرنا پڑا۔

اشرفیہ اسی سال تک کرایہ پر چلا ہے

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ یہ اسی (۸۰) سال تک کرایہ پر چلا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد اور......................................

آج دارالعلوم اشرفیہ میں جو مسجد موجود ہے وہ حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ کے دور اہتمام میں بنی ہے۔ اس مسجد کے جو منارے ہیں اس کے متعلق حضرت مہتمم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ احد پہاڑ کے قریب ایک مسجد ہے اس مسجد کے منارے اور دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد کے منار یکساں ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ پر جہاں پہلی وحی نازل ہوئی غار حرا میں وہاں اس کے سامنے ایک مسجد ہے اس کے منارا اور دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد کے منار بھی یکساں ہے۔

وہاں پہلی وحی اتری تھی یہاں وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے

پھر فرمایا کہ جیسے وہاں پہلی وحی اتری تھی ایسے ہی اشرفیہ میں بھی وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے۔

* * *

مجلس نمبر(٢٤)

مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جس شخص میں بردباری نہیں وہ مہتمم اور صدر مدرس بننے کے لائق نہیں ہے مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو کہ جنہوں نے تقریبا ستائیس سال تک دار العلوم اشرفیہ کا اہتمام سنبھالا اور اس منصب کو زینت بخشی اس وصف یعنی حلم و بردباری سے بھی متصف فرمایا تھا میں اس کا ایک واقعہ بطور نمونہ ذکر کرتا ہوں۔

پھر زندگی بھر کبھی میرے سامنے اس کا ذکر تک نہیں کیا

دار العلوم اشرفیہ کے ایک مدرس فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضرت مہتمم صاحبؒ نے بلایا اور فرمانے لگے کہ تجھے تدریس کے ساتھ ساتھ ایک اور ذمہ داری سپرد کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے بچوں کو فجر اور ظہر کی نماز سے پہلے بیدار کرنا انہیں نیند سے جگانا اس پر انہوں نے جواب دیا کہ جب میرا یہاں تدریس کے لئے تقرر ہوا تھا اس وقت میرے ساتھ ایسی کوئی شرط نہیں رکھی گئی تھی کہ مجھے تدریس کے علاوہ بھی کوئی کام کرنا ہے اس لئے میں اس خدمت سے معذور ہوں۔

مہتمم صاحب کی بردباری دیکھئے کہ اس پر انہوں نے ان سے کچھ نہیں کہا وہ مدرس کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس واقعہ کے بعد سے یہ کھٹکا لگا رہا کہ شاید میرے اس عمل کی وجہ سے اب مجھے علمی ترقی نہیں ملے گی میری علمی ترقی رک جائے گی یعنی درجہ علیا کی کتابیں پڑھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

مگر مہتمم صاحب مرحوم نے اس کے بعد اپنی پوری زندگی میں کبھی اس واقعہ کا اور اس بات

کا ذکر تک نہیں کیا اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھے کتابوں کے پڑھانے میں ترقی دیتے چلے گئے یہاں تک کہ اب دورۂ حدیث شریف کے درجہ کی کتاب بھی میرے زیر درس ہے۔ تو اس قصہ سے حضرت مہتمم صاحب کا بڑا پن معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس استاذ کو وہ یہ ذمہ داری سپرد کرنا چاہ رہے تھے۔

(۱) وہ خود حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے شاگرد تھے۔

(۲) پھر پوری زندگی اس واقعہ کا ذکر تک نہیں کیا۔

(۳) ان کی علمی ترقی میں رکاوٹ نہیں بنے اور دررۂ حدیث شریف کی کتاب بھی ان کو پڑھانے کے لئے دی۔

(۴) مدرس کو (بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اپنے شاگرد کو) یہ احساس دلانے کی کوشش نہیں کی کہ میں تو مہتمم مدرسہ ہوں تمہیں میری بات ہر حال میں ماننی ہوگی (بڑی معذرت کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج کل ایسے مہتمم بھی نظر آتے ہیں کہ ان کے منہ سے نکلا ہر جملہ بلکہ ہر لفظ مدرسہ کے اساتذہ اور مدرسہ کے کارکنان کے لئے گویا کہ حکم کا درجہ رکھتا ہے اور اس پر عمل درآمد نہ کرنے پر یا تو اسی بات کو بنیاد بنا کر ان کو مدرسہ سے تدریسی خدمت سے الگ کر دیا جاتا ہے یا پھر ایسے حالات ان کے لئے پیدا کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ خود مدرسہ سے استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے یا پھر اسکی علمی ترقی رک جاتی ہے (روک دی جاتی ہے) بلکہ بعض دفعہ مثلاً وہ استاذ عربی پنجم کی کتابیں پڑھا رہا تھا تو اس واقعہ کے بعد اس کو عربی اول و عربی دوم وغیرہ کی کتب تدریس کے لئے دے دی جاتی ہے اور بہانہ یہ بنایا جاتا ہے کہ تمہاری پڑھائی کمزور ہوگئی ہے طلباء تمہاری پڑھائی سے خوش نہیں ہے امتحان میں طلباء نے کچھ خاص نہیں کیا وغیرہ وغیرہ جب انصاف کا دامن ایسی جگہ چاک ہوگا بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ چاک کیا جائے گا تو پھر بس اس کے آگے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ”چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

مجلس نمبر(۲۵)

مہتمم صاحبؒ کے مزاج میں سادگی تھی

محترم سامعین! حضرت الاستاذ مولانا یعقوب اشرف صاحب مرحوم کے مزاج میں بڑی سادگی تھی، نزاکت نہیں تھی، اس پر میں دو تین واقعات ذکر کرنا چاہوں گا۔

رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے

(۱) میں نے ایک مرتبہ حضرت مہتمم صاحب کو میرے گاؤں لاجپور میں ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے بیان اور تقریر کی دعوت پیش کی اور ساتھ ہی یہ بات بھی کہی کہ حضرت نہ میرے پاس کار ہے اور نہ میں اپنے طور پر موٹر کار کا انتظام کرسکتا ہوں کہ آپ کو اس میں لینے کے لئے آؤں، میں دعوت قبول کرنے کی شکل میں میرے ایک دوست کے پاس رکشہ ہے وہ لے کر آپ کو راندیر لینے اور بیان کے بعد پھر چھوڑنے کے لئے آؤں گا۔

حضرت نے میری حقیر سی دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور میری بات سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تو رکشہ لے کر مجھے لینے آئے گا تو اس میں کونسی برائی ہے وہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے اور پھر فرمایا کہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کو کوئی بیان کرنے کی یا اپنی کسی ضرورت سے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا اور کہتا کہ حضرت میں غریب آدمی ہوں میرے پاس تو آپ کے لے جانے اور واپسی میں چھوڑنے کے لئے صرف سائیکل ہے میں آپ کو اس پر بٹھا کر لے جاؤں گا تو حضرت اسکی دعوت کو بخوشی قبول فرمالیتے اور اس کے ساتھ سائیکل پر پیچھے بیٹھ کر چلے جاتے۔

جمعہ کے بیان اور خطبہ کے درمیان کم از کم آٹھ دس منٹ........

پھر حضرت الاستاذ لاجپور تشریف لائے اور جو بیان فرمایا اس میں ایک بات یہ بیان فرمائی

تھی کہ جمعہ کی نماز سے پہلے جو بیان ہوتا ہے تو بیان کے ختم کے بعد بیان اور خطبہ کے درمیان کم از کم آٹھ دس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہئے تا کہ لوگ جب بیان چل رہا ہو اور اس وقت کوئی مسجد میں آتا ہے تو وہ بیان میں شرکت کر سکے اور اسے مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ سنت مئوکدہ پڑھنے کی فکر نہ رہے کہ اگر میں بیان سننے کے لئے بیٹھ گیا تو میری سنت نماز مجھے جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنی پڑے گی۔

اور اگر ختم بیان کے بعد چند منٹ اذان خطبہ سے پہلے فارغ رکھی جائے تو دوران بیان مسجد میں آنے والا شخص بیان سننے کے لئے بیٹھ جائے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ جمعہ سے پہلے کی جو چار رکعت سنت مئوکدہ ہے اس کے لئے فارغ وقت رکھا گیا ہے میں ختم بیان کے بعد سنت پڑھ لوں گا۔

ہمارے یہاں اکثر مساجد میں یعنی برطانیہ اور ہند و پاک وغیرہ ممالک میں اب تقریباً یہی معمول ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ بیان ہوتا ہے اور ختم بیان کے بعد جمعہ کی پہلی اذان ہوتی ہے اور اس کے بعد آٹھ دس منٹ جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت مئوکدہ پڑھنے کے لئے فارغ رکھے ہوئے ہیں اس میں سنت نماز ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد پھر منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے اذان دی جاتی ہے اور پھر خطبہ ہوتا ہے۔

اب کچھ لوگ یہ کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے جب خطیب خطاب کر رہا ہوتا ہے اس وقت مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور پھر نماز شروع کر دیتے ہیں حالانکہ نماز کے لئے فارغ وقت رکھا گیا ہے اور وقت فارغ رکھنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ جب بیان چل رہا ہو اس وقت صرف بیان سنے اور بیان کے ختم کے بعد نماز وغیرہ اعمال میں مشغول ہو۔

جب اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل کو..............

یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جمعہ سے پہلے خطیب جو خطاب کرتا ہے دینی باتیں بیان کرتا ہے وہ بھی دین کا ہی حصہ ہے دینی کام ہے اور پھر یہ کہ جب بیان ہو رہا ہے تو وہ اجتماعی عمل ہے اور سنت پڑھنا یا قرآن کریم ایسے وقت میں لے کر پڑھنا یہ انفرادی عمل ہے اور فقہاء یہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی اجتماعی عمل ہو رہا ہو تو اس وقت اپنا انفرادی عمل چھوڑ دینا چاہئے اور پہلے سے انفرادی عمل میں مشغول تھا تو اس کو چھوڑ کر یا جلدی سے ختم کر کے اجتماعی عمل میں شریک ہو جائیں، اور خطیب جو دینی باتیں بیان کر رہا ہے یہ اجتماعی عمل ہے اس میں شریک ہونا چاہئے۔

* * *

مجلس نمبر(۲۶)

اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں

فرمایا کہ: جس شخص کا انتقال جمعہ کے دن ہوتا ہے اس کو قبر میں حضور ﷺ کا دیدار نہیں ہوگا اس لئے کہ جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال و جواب نہیں ہوتے ہیں اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں۔

پھر فرمایا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ اور حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (شیخ اجمیری) کا انتقال جمعہ کے دن ہوا تھا۔

پھر فرمایا کہ حضور ﷺ کی پیدائش اور آپ کا انتقال دونوں پیر کے دن ہوئے ہیں اور میرے دادا جان (فخر گجرات حضرت مولانا مفتی احمد اشرف راندیری رحمہ اللہ) کی پیدائش اور انتقال دونوں پیر ہی کے دن واقع ہوئے تھے۔

حدیث شریف کی کتابوں کے اکثر مصنفین یا تو شوافع المسلک........

فرمایا کہ: اکثر حدیث شریف کی کتابوں کے مصنف یہ یا تو شوافع المسلک ہے یا حنابلہ

ہیں یا پھر مجتہد مطلق ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمہ اللہ یہ محدث تھے۔

فقہ کی کتابوں کے مصنفین زیادہ تر احناف ہیں کیونکہ..........

اور جو کتابیں فقہ کے موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کتابوں کے اکثر مصنفین احناف ہیں اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ کا زیادہ مشغلہ فقہ کا تھا۔

حضرت مسیح الامت کا ایک خاص اعزاز کہ ان کو..........

فرمایا کہ: میرے شیخ حضرت جلال آبادی فرماتے تھے کہ اکثر و بیشتر بزرگوں کو جو لقب ملے ہیں وہ ان کے شاگردوں کی طرف سے ملے ہیں لیکن مجھے جو مسیح الامت کا لقب ملا ہے یہ میرے استاذ کی طرف سے ملا ہے (اور یہ یقیناً فخر کی بات ہے)

آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟

فرمایا کہ: ایک مرتبہ جبکہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ سورت تشریف لائے ہوئے تھے ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟

تو اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ ہاں! حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کے لڑکے حضرت خضر سے ہوئی ہے۔

قیامت وہبی نہیں کسبی ہے

فرمایا کہ: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے فرمایا ہے کہ قیامت وہبی نہیں ہے یعنی ایکدم قیامت نہیں آئے گی بلکہ قیامت کسبی ہے یعنی لوگ ایسے ایسے اعمال کریں گے کہ ان کے اعمال قیامت کو دعوت دیں گے اور پھر قیامت قائم ہوگی۔

حضرت! طلباء کو الیکٹرک کا کام سکھاوے تو کیسا ہے؟

فرمایا کہ: میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالغنی کاویؒ سے پوچھا تھا کہ

حضرت! طلباء کو الیکٹرک کا کام سکھا وے تو کیسا ہے؟

تو حضرت نے فرمایا تھا کہ طلباء کے لئے اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ طالب علم ادھر سے ادھر سیڑھی لیکر دوڑے اور اوپر چڑھے اور پھر کچھ غلط کام ہو جائے تو لوگ انہیں گالیاں دیں۔

ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہئے

فرمایا کہ: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے فرمایا ہے کہ ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہئے اور اس کا نسخہ یہ ہے کہ خالص گھی اور کالی مری دونوں ساتھ کھاؤ کیونکہ حد سے زیادہ ذکر کرنے سے دماغ خشک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ آؤٹ ہو جاتا ہے تو گھی اور مری کھانے سے دماغ تازہ رہتا ہے۔

جب سستی آئے تو حبس دم کرو

فرمایا کہ: حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ جب سستی آئے تو حبس دم کرو یعنی لمبے لمبے سانس لو اور پھر چھوڑو اسی طرح کالی مری کھاؤ کیونکہ کچھ کرواہٹ محسوس ہوگی تو سستی اور نیند چلی جائے گی۔

دارالعلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے کہ......................

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے کہ اس نے شروع ہی سے لوگوں کو دین سے وابستہ رکھنے اور بدعات سے دور رکھنے کے لئے اور تعلیمات قرآنی کو عام کرنے کے لئے گاؤں گاؤں دیہات دیہات مکاتب کا جال پھیلایا بلکہ اس وقت یہ سلسلہ کہیں شروع نہیں ہوا تھا۔

حضرت مولانا احمد اشرف راندیری نے ۱۹۲۸عیسوی سے اس سلسلہ کا آغاز کیا اور تقریباً حضرت کے زمانہ میں قرب و جوار میں حضرت ہی کی سرپرستی میں سو ڈیڑھ سو مکاتب چلتے تھے جن میں سے بعض اب بھی جاری ہے (چل رہے ہیں) اور جگھوں پر

مقامی لوگوں میں دینی بیداری آئی تو انہوں نے از خود ذمہ داری اپنے سر لی اور اب یہ سلسلہ بفضل اللہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں

فرمایا کہ: حضرت مولانا غلام محمد صادق صاحب راندیریؒ نے گجراتی زبان میں کتابوں کی اشاعت کے عمل کو شروع فرمایا تھا اور یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں۔

اسی طرح مولانا عبد الرحیم صاحب صادقؒ نے سب سے پہلے گجراتی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کی پاکستان میں آپ کے اسی گجراتی ترجمہ وتفسیر کو پڑھ کر خواجہ برادری نے اپنے عقائد کو درست کیا۔

* * *

مجلس نمبر (۲۷)

بڑوں کا بڑا پن

دوسرا واقعہ۔ دورۂ حدیث شریف مکمل کرنے کے بعد میرا جامعۃ القراءات کفلیتہ میں بطور مدرس تقرر ہو گیا اور تقریبا آٹھ یا نو مہینہ گذر جانے کے بعد استاذ مرحوم کا نوساری کا سفر طے پایا اور وہ سفر تھا نوساری کے موٹھوار محلّہ میں مکتب کے بچوں کا امتحان لینے کے سلسلہ میں میں نے حضرت مہتمم صاحب کو جامعۃ القراءات کفلیتہ کے مہتمم و روح رواں حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہ کی اجازت سے کفلیتہ مدرسہ میں آنے کی دعوت پیش کی چنانچہ حسب توقع حضرت مہتمم صاحب نے دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور پھر جامعۃ القراءات کفلیتہ میں تشریف لائے اور پورے جامعہ کا معائنہ کیا اور جامعہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کے لئے دعا فرمائی اور پھر جامعہ سے جاتے وقت جہاں تک مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ یوں فرمایا کہ عبد السلام میں تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے مجھے یہاں آنے کی دعوت

پیش کی اور تیری وجہ سے میری یہاں حاضری ہوگئی۔

اب دیکھئے یہ ان کا بڑا پن تھا اور بڑے لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں حالانکہ اس میں شکرگذار تو مجھے حضرت مہتمم صاحب کا ہونا چاہیئے تھا کہ انہوں نے میری دعوت کو مقام قبولیت بخشا۔

مجلس نمبر(۲۸)

شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو...................

محترم سامعین! حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ سے سنا فرمایا کہ شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو۔

میں نے اپنے شیخ کی زیارت کبھی بے وضو نہیں کی

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے صاحبزادے مفتی احمد اشرف سلمہ نے مجھے سنایا کہ والد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے میرے شیخ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ کی کبھی بغیر وضو ملاقات تو کیا زیارت بھی نہیں کی۔

اگر میں اپنے جسم کو کاٹوں تو خون کے ایک ایک قطرے میں سے....

اور ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ حضرت والا ہردوئیؒ سے شیخ اور مرشد ہونے کی نسبت اس قدر دلی تعلق اور محبت ہے کہ میں اگر اپنے جسم کو کاٹوں تو خون کے ایک ایک قطرے میں سے ’’ابرارالحق، ابرارالحق،، لکھا ہوا نکلے گا۔

اس سے طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے

فرمایا کہ: میں دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں مہمان خصوصی کے طور پر جس شخصیت کو مدعو کرتا ہوں تو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ کسی بزرگ سے وابستہ ہے یا نہیں میں اس نسبت پر مدعو

نہیں کرتا کہ وہ بڑا خطیب و مقرر ہے اور اس کا بڑا چرچہ اور بڑی شہرت ہے بلکہ میرے پیش نظر اس کا اللہ والوں سے وابستہ ہونا ہے کہ اس سے طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اضافہ

حضرت مولانا زوار حسین صاحبؒ کی کتاب ''زبدۃ الفقہ،، میں کتاب الطھارۃ میں لکھا ہے کہ وہ مواقع جن میں غسل کرنا مستحب ہیں ان میں سے ایک موقع ہے ''جب کسی عالم دین کی زیارت کے لئے جائے،،

* * *

مجلس نمبر(۲۹)

کون کہتا ہے کہ چاہ مشکل ہے
سچ تو یہ ہے کہ نباہ مشکل ہے

کون کہتا ہے کہ چاہ مشکل ہے سچ تو یہ ہے..........

محترم سامعین! استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کی ایک خوبی یہ تھی کی ان کا جس کسی آدمی یا جن لوگوں سے تعلق قائم ہوجاتا تھا اس کو حتی الامکان اور مقدور بھر نبھانے اور باقی رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، میں اس کی دو تین مثالیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کے دار العلوم اشرفیہ کے دور اہتمام سے یہ سلسلہ جاری تھا کہ دار العلوم اشرفیہ کے اساتذۂ کرام نوساری شہر کے موٹھوار محلّہ میں قائم مکتب کا سالانہ امتحان لینے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے بھی اپنے پورے دور اہتمام میں یہ سلسلہ باقی رکھا اور دار العلوم اشرفیہ کے اساتذۂ کرام ہر سال نوساری شہر کے موٹھوار محلّہ میں قائم مدرسہ میں امتحان لینے کے

لئے جاتے رہے اور کبھی کبھی حضرت مہتمم صاحب خود بھی امتحان لینے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

(۲) ابھی ۲۰۱۵ عیسوی میں حضرت مہتمم صاحبؒ کا برطانیہ کا سفر ہوا تھا اس میں کلپٹن میں ایک صاحب ہیں آدم بھائی پٹیل جو کہ گجرات کے جوگواڑ گاؤں کے باشندے ہیں ان کے سمدھی ہیں انڈیا میں گجرات کے نصیر پور کے رہنے والے حضرت مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ موصوف کا اصلاحی تعلق حضرت مہتمم صاحبؒ سے تھا چنانچہ انہوں نے حضرت مہتمم صاحب سے کہا کہ آپ جب لندن جائے تو میرے سمدھی اور داماد کے گھر پر بھی جائیے گا اور ان سے ملاقات کرنا چنانچہ حضرت مہتمم صاحب جب لندن آئے تو جیسا کہ حضرتؒ کی عادت تھی اہل تعلق کی دلداری کرنا لہذا آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے بندہ بھی اس وقت حضرت مہتمم صاحبؒ کے ساتھ ہی تھا۔

(۳) برطانیہ کے شہر ڈیوزبری میں دار العلوم اشرفیہ کے جید الاستعداد بہترین قلم نگار حضرت مولانا یعقوب صاحب کاوی دامت برکاتہم العالیہ کا مسکن ہے تو چونکہ حضرت مولانا یعقوب صاحب دار العلوم اشرفیہ سے فارغ التحصیل ہے اور اس طرح ان کو دار العلوم اشرفیہ سے ایک نسبت حاصل ہے تو اس نسبت کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب اپنے ہر سفر برطانیہ میں کچھ دیر کے لئے حضرت مولانا یعقوب صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضری ضرور دیتے تھے۔

* * *

مجلس نمبر (۳۰)

دار العلوم اشرفیہ کے چند مشہور مجودین کے اسماء گرامی

محترم سامعین! حضرت مہتمم صاحب مرحوم اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ دار

العلوم اشرفیہ میں ایک بہت بڑی تعداد نے فن تجوید کی تعلیم حاصل کی ہے جن کی تعداد ۱۹۴۱عیسوی سے لیکر اب تک آٹھ سو (۸۰۰) سے زائد ہے اور اس سے پہلے کا ریکارڈ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تعداد معلوم نہ ہوسکی جس میں سے متعدد حضرات نے اس فن کو حاصل کر کے ملک و بیرون ملک اس شعبہ میں خدمت انجام دی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں

(۱) قاری عبد الرحمٰن صاحب رنگوئیؒ (۲) قاری عبد الحمید پانولوی (۳) قاری اسماعیل سمنی صاحب (۴) قاری یوسف کروڈیا صاحب (۵) قاری ایوب مدنی (۶) قاری ایوب آنباواڑی (۷) قاری اسماعیل اشرف راندیری (۸) (استاذ مکرم حضرت شیخ الحدیث) قاری رشید احمد اجمیری صاحب دامت برکاتہم العالیہ (۹) (استاذ مکرم) قاری یونس پانولوی صاحب مد ظلہ (۱۰) قاری عبد الستار (۱۱) قاری الیاس لوہاروی (۱۲) قاری محمود سامرودی (۱۳) قاری عبد الجلیل نانوتوی (۱۴) قاری احمد اونیا صاحب (۱۵) قاری محمد علی بخاری (۱۶) قاری لطیف الدین بخاری (۱۷) قاری غوث محمد راندیری (۱۸) قاری محمد میزان شاہ پشاوری (۱۹) قاری علی اشرف راندیری (۲۰) قاری سید عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ۔

قاری محمد اسماعیل صاحب راندیریؒ کی قرائت سننے کے لئے لوگ......

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب راندیریؒ جب تلاوت کلام پاک کرتے یا خطبہ پڑھتے تو لوگ آپ کی واز سے مسحور ہو جاتے تھے آپ نے فن تجوید وقراءت کو بلد امین مکہ مکرمہ کے خطیب حضرت قاری عبد اللہ معطی سے پڑھا فن تجوید کے ماہرین قراء عرب نے آپ کی قراءت سن کر آپ کی تعریف کی۔

اور آپ کی قراءت سننے کے لئے جمعہ کے دن سورت اور بمبئی تک سے لوگ راندیر آتے تھے اور راندیر آ کر آپ کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔

اور از ہر ہند دار العلوم دیو بند میں جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جس سال فارغ ہوئے تھے اس جلسہ میں حضرت قاری صاحب موصوف ہی نے قراءت پڑھی تھی۔ اور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ آپ کو لحن داؤدی عطا ہوئی ہے۔ آپ کا انتقال ۵۵ سال کی عمر میں ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ ہجری میں بروز جمعرات کو ہوا تھا۔

قاری عبدالحمید صاحب پانولوی کو مساجد و مکاتب کی.....................

اور حضرت مرحوم لکھتے ہیں کہ قاری عبدالحمید صاحب پانولویؒ بڑا اچھا قرآن کریم پڑھتے تھے آپ کی آواز بیحد عمدہ تھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بھی آپ کی قراءت کو بہت پسند فرماتے تھے چنانچہ آپ جب بھیسہار نپور تشریف لے جاتے تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ آپ سے قرآن کریم کا کچھ حصہ سنتے تھے۔

قاری صاحب موصوف نے دار العلوم اشرفیہ میں تقریباً چودہ (۱۴) سال تک تدریسی خدمت انجام دی۔

حضرت قاری صاحب مرحوم کم گو تھے عشق رسول اتباع سنت دینی کام کرنے والوں کی ہمدردی اور مساجد و مکاتب کی تعمیر آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

مجلس نمبر (۳۱)

حضرت مہتمم صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار العلوم اشرفیہ نے جو تعلیمی و تعمیری.........

محترم سامعین! آج مجھے مختصر طور پر یہ بتانا ہے کہ حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار العلوم اشرفیہ نے ظاہری اور باطنی طور پر تعلیمی اور تعمیری

طور پر کیا ترقیاں کیں۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں طلباء کی کل تعداد ڈھائی سو سے تین سو کے قریب ہوا کرتی تھیں۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا آخری دور اہتمام یعنی اخیر کے چند سالوں میں یہ تعداد بڑھ کر ساڑھے چار سو سے پانچسوں کے درمیان ہوگئی تھی اور فی الحال دار العلوم اشرفیہ میں تقریباً چار سو ستر (۴۷۰) طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار الاقامۃ (بورڈنگ) کے سولہ (۱۶) کمرے تھے۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے اپنے دور اہتمام میں اس کو بڑھا کر اس کی تعداد دوگنی کردی یعنی اب دار الاقامہ کے کمرے کی تعداد بتیس (۳۲) ہیں۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں درسگاہ کی عمارت دو منزلہ تھیں۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے اپنے دور اہتمام میں درسگاہ کی بلڈنگ تین منزلہ کروادی ایک فلور بڑھایا گیا۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں کیچن الگ سے نہیں تھا۔

حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے اپنے دور اہتمام میں دار العلوم میں کیچن الگ سے بنوایا۔

دار العلوم اشرفیہ کی خوبصورت اور دیدہ زیب مسجد کی تعمیر حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ نے اپنے دور اہتمام میں کروائی۔

حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ نے بورڈنگ (دار الاقامۃ) اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنوایا جو اب دار الاقامۃ کو سیدھا درسگاہوں سے (درسگاہ کی بلڈنگ سے جوڑ دیتا ہے) اس کا فائدہ یہ ہے کہ طلباء کو سیڑھیاں اتر کر نیچے نہیں آنا پڑتا وہ اوپر ہی سے

سیدھے درسگاہ کی بلڈنگ میں پہنچ جاتے ہیں اور بارش کے موسم میں تو اس کا فائدہ دوگنا ہوجاتا ہے جس کی کچھ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار العلوم اشرفیہ میں باقاعدہ دار الافتاء کا قیام وجود عمل میں آیا۔

* * *

مجلس نمبر(۳۲)

حضرت مہتمم صاحبؒ کے مزاج میں بچپن سے ہی نرمی تھی

حضرت استاذ مرحوم مولانا یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بچپن سے ہی نرمی تھی اور مزاجاً بھی نرم خو تھے اور پوری زندگی مزاج میں نرمی ہی رہی۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر بزرگ کا مزاج اس کے بچپن کے مزاج کا تابع ہوتا ہے، نسبت حاصل ہونے کے بعد نسبت بھی اسی رنگ میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

آپ مشائخ کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے

حضرت مہتمم صاحب مرحوم مشائخ کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے اور کبھی بھی باوجود بھاری بدن ہونے کے بھی چہار زانو نہیں بیٹھتے تھے اور کبھی کبھی تو آپ کو دیکھا گیا کہ تین تین گھنٹے تک آپ دوزانو بیٹھے رہے۔

میرے اکابر جو مجھ سے محبت کا معاملہ فرماتے ہیں وہ..........

ایک مرتبہ حضرت مرحوم فرمانے لگے کہ میرے ساتھ میرے اکابر اور مشائخ جو محبت کا معاملہ فرماتے ہیں اور دعاؤں سے نوازتے ہیں وہ میرے ادب کی وجہ سے ہیں۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

انتباہ

اخیر میں میں اپنی تحریر کو حضرت خطیب الامت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ کے ایک ملفوظ پر ختم کرتا ہوں، فرمایا کہ

بے عیب تو اللہ تعالی کی ذات ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے باقی کمی کوتاہی سے کون پاک ہوسکتا ہے مگر ہمیں اپنے مردوں کے محاسن بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اذکروا محاسن موتاکم

کہ اپنے موتی کے کمالات کا تذکرہ کروتا کہ عبرت حاصل ہو

اور دوسری حدیث میں ہے کہ

انتم شهداء الله فی الارض

تمہاری ساری چیزیں مردہ کے حق میں شہادت بن جائیں گی لہذا ہمیں چاہئے کہ ان کے محاسن ذکر کیا کریں۔

فرمایا کہ وفور محبت اور وفور جذبہ میں اگر مبالغہ بھی ہو تو حق تعالی سے امید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے ویسے ہر حال میں چاہے غم ہو یا خوشی آدمی مکلّف تو اس بات کا ہے کہ اعتدال کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن اگر وفور جذبات سے کوئی بات مبالغہ کی بھی ہو جائے تو اللہ تعالی سے معافی مانگنی چاہئے اور معافی کی امید رکھنی چاہئے۔

* * * * *

اللہ اکبر

مئولف کی دیگر تالیفات

(۱) منتخب تقاریر۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۲) مجالس خطیب الامت۔ دو جلدیں (مطبوعہ)

(۳) لطائف سورۂ یوسف۔ دو جلدیں (مطبوعہ)

(۴) ملفوظات خطیب الامت۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۵) ارشادات خطیب الامت۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۶) بچوں کے لئے احکام ومسائل۔ مطبوعہ

(۷) ارشادات خطیب الامت۔ جلد دوم (غیر مطبوعہ)

کتاب ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت

(۲) مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت

(۳) دار العلوم اشرفیہ راندیر، سورت

(۴) مولوی عبداللہ انصاری، موبائل: 9898926717

(۵) قاری عبدالحق صاحب دیوان لاجپوری موبائل: 9825452883

(۶) صالح کتاب سینٹر، نوساری، موبائل: 9824741280

(۷) عبدالسلام لاجپوری، لندن، موبائل: 07877937731